قرآن و حدیث اور جمہور فقہاءِ کرام کی تصریحات کے مطابق طلاقِ ثلاثہ کے بیک وقت
اور ایک مجلس میں دینے پر تین طلاقوں کے واقع ہونے پر نہایت نفیس تحقیق

طلاقِ ثلاثہ کا اسلامی حکم



از قلم
اُستاذ العلماء مفتی ضمیر احمد مرتضائی حفظہ اللہ تعالیٰ

مُسلم کتابوی لاہور

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ

پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے (بقرہ آیت ۲۳۰)

قرآن و حدیث اور جمہور فقہاء کرام کی تصریحات کے مطابق طلاقِ ثلاثہ کے بیک وقت
اور ایک مجلس میں دینے پر تین طلاقوں کے واقع ہونے پر نہایت نفیس تحقیق

طلاقِ ثلاثہ کا اسلامی حکم

از قلم

اُستاذ العلماء مفتی ضمیر احمد مرتضائی حفظہ اللہ تعالیٰ
فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
متخصص فی الفقہ الاسلامی جامعہ نعیمیہ لاہور

مسلم کتابوی لاہور

نام کتاب : طلاق ثلاثہ کا اسلامی حکم
مصنف : حافظ ضمیر احمد مرتضائی
ناشر : مسلم کتابوی
دربار مارکیٹ اُردو بازار لاہور
کمپوزنگ : عبدالرحمٰن انور (0312-4856024)
طبع اول :
تعداد : گیارہ صد
صفحات :
قیمت :

انتساب

حضور شیخ المشائخ محقق ومدقق، مناظر اسلام، امام العاشقین، برہان الواصلین

حضرت خواجۂ عالم

پیر غلام مرتضی فنافی الرسول ﷺ

اوران کے لختِ جگر، نورِ نظر، حامل علم لدنی، مادرزاد ولی اللہ، مردِ حق، مناظرِ اسلام

شیخ الفقہاء والمحدثین استاذ العلماء

فضیلۃ الشیخ حضرت خواجۂ عالم

پیر نور محمد مرتضائی فنافی الرسول ﷺ

اوران کے خلف الرشید، شاگرد حمید، علوم مرتضائیہ کے امین پروردۂ آغوشِ ولایت

حضور فضیلۃ الشیخ قبلۂ جہاں حضرت علامہ مولانا

میاں نذیر احمد نقشبندی مرتضائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کے نام

جن کی نظر عنایت اور فیضانِ کامل سے اس ادنیٰ خاکسار کو

دین متین کی خدمت کا موقع میسر آیا

(والحمدللہ علی ذلک)

اهداء

بندہ اس کاوش کو اپنے والدین اور تمام اساتذہ کے لیے ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہے۔

خصوصاً

استاذ العلماء فقیہ کبیر شیخ الفقہ والحدیث مرجع الفضلاء فخر المدرسین

حضرت علامہ مولانا **مفتی محمد عبد العلیم سیالوی** دامت برکاتہم العالیہ

صدر مدرس و شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور

اور

جامع المعقول والمنقول استاذ العلماء شیخ الحدیث والتفسیر حافظ الملۃ والدین

حافظ محمد عبد الستار سعیدی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(شیخ الحدیث و ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور)

گر قبول افتد زہے عز و شرف

فقط

حافظ ضمیر احمد مرتضائی غفرلہ الباری

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ الذی شرع لنا احکام الشریعۃ إیضاحاً والصلوۃ والسلام علی رسولہ المبین الحق إحکاماً و علی اٰلہ و أصحابہ المجمعین علی الطریقۃ المستقیمۃ نصاباً وأتباعہ الطاھرین المطھرین عن الرجس والحرمۃ المغلظۃ ثباتاً، أمابعد فأعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فان طلقها فلاتحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره

''پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔''

شریعت مطہرہ نے ہمارے لیے معیشت معاشرت اور سیاست کے حوالے سے ہر پہلو کو واضح فرما دیا ہے۔ ہمارا اسلام اس قدر مضبوط ہے کہ ہم اسے غیر مسلموں پر پیش کرنے میں کسی امر کو پوشیدہ رکھنے یا تقیہ کرنے کی مجبوری ہے نہ ذرا بھر خوف وہراس کا شکار ہے کیونکہ ہمارا دینِ فطری اصول فطرت کی جلوی گری کا شاخسانہ ہے جو اصول شرائع میں نمایاں ہوتے ہیں۔ اگر کوئی عورت کو ستائے اور حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی برتے تو شریعت نے اس کے بھی طریقے واضح فرمائے ہیں۔ تاہم طلاق ثلاثہ کو ایک قرار دینا اصول فطرت سے ہٹا ہوا قانون ہے، تین کا مطلب تین نہ ہونا اور ایک ہونا اسلام پر بہت بڑا اعتراض واقع کرتا ہے۔ جب طلاق دو مرتبہ دے دی اور اس کے بعد پھر تیسری طلاق دے تو اب عورت کو اپنے نکاح میں رکھنا اصول شریعت کے خلاف ہے۔ یہ بات یاد رکھیں جب کوئی شی عدد پر موقوف ہوتی ہے تو اس کے درجات ومراتب وقوع عدد پر موقوف ہوتے ہیں جب

عدد پایا جائے تو اس کے درجات ومراتب عدد کے ساتھ خود ہی پائے جاتے ہیں۔

مثلاً حضرت ایوب علیہ السلام نے قسم کھائی کہ وہ اپنی بیوی کو سو کوڑے ماریں گے چونکہ یہ معاملہ عدد پر موقوف تھا تو اس میں سو کوڑے باری باری لگیں تب بھی سو عدد کا وجود ہو جائے گا اور اگر اکٹھے سو لگ جائیں تب بھی سو کا عدد پورا ہوگا۔ اب ان کوڑوں کے لگنے کے درجات ومراتب عدد پر موقوف ہیں جونہی سو کے عدد کا وجود ہوگا ساتھ ہی درجات ومراتب پائے جائیں گے اور آپ نے دیکھا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو فرمایا: وخذ بیدک ضغثاً فاضرب به ولاتحنث (اور ہم نے کہا کہ) ''اپنے ہاتھ سو تیلیوں کا مٹھا بنالو اور اس سے مار دو اور قسم نہ توڑو'' ملاحظہ ہو ایک ہی مجلس میں ایک ہی بار سو تیلیوں کا جھاڑو بنا کر مار دیا گیا جس سے قسم نہ ٹوٹی اور آپ علیہ السلام کا قسم نہ ٹوٹنا ایسے امر کی ادائیگی پر بین دلیل ہے۔ سو واضح ہوا کہ طلاق کا مدار مراتب اور مرتین پر نہیں بلکہ تین عدد پر ہے اور درجات ومرات کا بیان طریقہ سنت کے مطابق طلاق دینے کے لیے ہے یہی وجہ ہے ہم طلاق بدعت کے وقوع کے قائل ہیں۔ طریقہ سنت کے خلاف عمل پر گناہ ضرور ہے لیکن وقوع میں اختلاف نہیں ہے۔ ان احباب پر نہایت تعجب ہے جو حیض کی حالت میں دی ہوئی طلاق کو طلاق بدعت بھی مانتے ہیں اور وقوع کے بھی قائل ہیں لیکن اعداد کے اعتبار سے طلاق بدعت کے حوالے سے ان کا رویہ خلاف اصول ہے۔ پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اہل تشیع حضرات کے نزدیک طلاق ثلاثہ ایک ہے اور یہی بات علماء غیر مقلدین کے نزدیک ہے۔ اہل تشیع وہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے نام نامی کے مذکور ہونے کے وقت انگوٹھوں کو سنت ابوبکر صدیق ہونے کی بنا پر نہیں چومتے اور یہی طریقہ غیر مقلدین حضرات اور ان کے پیروکار کا ہے۔

ہمیں ہوش کے ناخن لینے چاہییں اہل تشیع حضرات حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ

تعالیٰ وجہہ الکریم کو امام مانتے ہیں خلیفہ نہیں مانتے اور پہلے تین خلفاء راشدین کو امام نہیں مانتے خلیفہ ہی مانتے ہیں۔ اس واسطے خلیفہ کے لفظ کو ذلیل کرتے ہوئے نیچ برادری اور گھٹیا لوگوں کو خلیفہ کا نام دے دیتے ہیں جیسا کہ اس طبقہ میں حافظ قرآن چونکہ نہیں ہوتا تو انہوں نے نابینا کو ’’حافظ جی‘‘ کہنا شروع کر دیا اور ہماری عوام بھی اس ڈگر پر چل نکلی ہے۔ خدارا غور کریں اہل تشیع کی احادیث کی کتب ہماری کتب احادیث سے مختلف ہیں اور طلاق ثلاثہ کے ایک ہونے کے بارے روایات میں اہل تشیع راویوں کا دخل ہے اور یہ یاد رکھیں تاریخی روایات کے لیے سند درکار نہیں ہوتی ہو جائے تو نقصان نہیں ہوتا کیونکہ اس پر احکام کا مدار نہیں ہوتا۔ اگر کسی مجروح روایت سے تاریخی نکتہ لے لیا جائے تو اس سے احکام پر استدلال کرنے کو حجت نہیں بنا لیا جاتا۔

بہر حال بندہ نے حتی المقدور قرآن و احادیث سے ائمہ مجتہدین کی صراحت پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب ازہری کے حوالہ سے ’’طلاق ثلاثہ‘‘ کے مسئلہ کو غیر مقلدین بہت زور و شور سے بیان کرتے تھے بندہ نے بھیرہ شریف سے آپ کے حوالے سے تفصیلی گفتگو کی تو معلوم ہوا کہ یہ آپ کی صرف رائے تھی فتویٰ نہ تھا۔ اس پر بھیرہ شریف کے دارالافتاء الحمدیہ الغوثیہ کے موجودہ مفتیان کرام کا فتویٰ اور پیر صاحب کے حوالے سے کھلی وضاحت ہمیں موصول ہوئی جس پر بندہ ادارہ کا نہایت شکر گزار ہے اور ہم اسے اپنے اس تحقیقی فتویٰ کے ساتھ قارئین کرام کے لیے پیش کر رہے ہیں۔ امید ہے غیر مقلدین اب پیر صاحب کے حوالہ سے ’’طلاق ثلاثہ‘‘ کی رائے پر مشتمل رسالہ کو چھاپنا بند کر دیں گے اور جمہور اہل سنت و جماعت کی تحقیق پر گامزن ہو جائیں گے، بندہ نے اس فتویٰ میں معاونت کے طور پر محقق عصر علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کی شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن سے اور مفتی عطاء اللہ نعیمی صاحب کی تحقیق

کتاب ’’طلاق ثلاثہ کا شرعی حکم‘‘ سے اور فقیہ کبیر مفتی محمد عبد العلیم سیالوی صاحب حفظہم اللہ تعالیٰ کی طلاق ثلاثہ سے متعلق تحقیق سے استفادہ کیا ہے۔

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ بندہ کو دعاؤں میں یاد رکھتے ہوئے ان شخصیات کو بھی اپنی نیک دعاؤں میں شامل رکھیں۔

اب اس میں جو درست پائیں وہ بندہ کے والدین اور اساتذہ و مشائخ کی دعاؤں و محنت کا نتیجہ ہے اور جو ناصواب پائیں وہ بندہ کی طرف سے ہے بیشک غلطی سے بچنا اسی ذات کی توفیق سے ہے اور شر نفس و شریر سے محفوظ رہنا اسی کے کرم سے ہے۔

امین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

۳۰ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ

دار الافتاء جامعہ نعیمیہ
علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو، لاہور، پاکستان۔
کمپیوٹر نمبر:9774/15 daruliftajamianaeemia@gmail.com تاریخ:05/03/15

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ محمد رفیق بن محمد اللہ دتہ نے اپنی زوجہ کو طلاق ثلاثہ دے دی ہے۔ اب بعض حضرات کہتے ہیں کہ تین طلاقیں ایک ہی ہوتی ہیں لہذا آپ صلح کر سکتے ہیں۔ کیا صلح ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اس حوالہ سے شرعی رہنمائی فرمائیں۔

سائل: محمد ریاض، شیخوپورہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللّٰھم ھدایۃ الحق و الصواب

صورت مسئولہ میں تین طلاقوں کو ایک مجلس میں دینا یہ تین طلاقیں خواہ اکٹھی تین ہوں یا علیحدہ علیحدہ جملے سے تین طلاقیں ہوں بہرصورت مدخول بہا (یعنی جس عورت سے صحبت ہوئی ہو) عورت کو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی البتہ غیر مدخول بہا (یعنی جس عورت سے صحبت نہ ہوئی ہو) عورت کو اکٹھی تین طلاقیں دیں تو طلاق مغلظہ واقع ہو جائے گی۔ اور اگر علیحدہ علیحدہ جملے سے طلاق دی تو پہلے جملہ سے طلاق واقع ہو جائے گی اور یہ غیر مدخول بہا عورت اس پہلے جملے سے مطلقہ بائنہ ہو جائے گی اس کے بعد والے دونوں جملوں سے طلاق نہیں واقع ہوگی کیوں کہ اب مطلق بینونت کے بعد طلاق کا محل ہی نہ رہا کذا فی الشامی یہ بات یاد رکھیں کہ ایک ہے طلاق کا واقع ہونا اور ایک ہے اس کا گناہ ہونا' ہم پہلے طلاق کے تین طریقے پیش کرتے ہیں تاکہ واضح ہو جائے کہ گناہ کس طلاق میں ہوتا

ہے اور کس میں نہیں ہوتا۔ طلاق دینے کا پہلا طریقہ طلاق احسن کہلاتا ہے' چنانچہ امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت فرماتے ہیں: ''حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جو شخص طلاق دینے کا ارادہ کرے اسے چاہیے کہ ایک طلاق دے پھر چھوڑ دے کہ عورت تین حیض گزارے۔''

(مصنف ابن ابی شیبہ' کتاب الطلاق' باب ما یستحب من طلاق السنۃ کیف ھو؟ ج ۳، ص ۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت' الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۱۳ھ)

دوسرا طریقہ طلاق حسن وسنت کہلاتا ہے۔ چنانچہ امام نسائی ابو عبدالرحمٰن احمد ابن شعیب متوفی ۳۰۳ھ روایت فرماتے ہیں: ''حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا طلاق حسن وسنت وہ طلاق ہے (جو اس وقت ہو) جب عورت ماہواری سے پاک ہو جماع نہ کیا ہو' پھر جب اسے ماہواری آئے اور پاک ہو تو اسے دوسری طلاق دے پھر جب اسے ماہواری آئے تو اس سے پاک ہو تو اسے تیسری طلاق دے۔''

(السنن الکبریٰ للنسائی' کتاب الطلاق' باب طلاق السنۃ' ج ۳ ص ۳۴۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۱۱ھ)

تیسرا طریقہ طلاق بدعت کہلاتا ہے۔ اس کی تین صورتیں ہیں:

پہلی صورت: ایک مجلس میں تین طلاقیں دینا چنانچہ امام ابوداؤد سلیمان ابن اشعث متوفی ۲۷۵ھ' امام علی ابن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ اور امام ابوبکر احمد ابن حسین بیہقی متوفی ۳۸۵ھ اور امام ابوبکر احمد ابن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت نقل فرماتے ہیں کہ ''حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس ایک ایسا شخص آیا جس نے غصہ میں اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دے دی تھیں آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے کوئی راستہ پیدا فرما دیتا ہے۔'' اور بے شک تو اللہ سے نہیں ڈرا تو میں تیرے لیے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں پاتا تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور

تیری بیوی تجھ سے جدا ہوگئی۔

(i- سنن ابوداؤد، کتاب الطلاق، باب الثلاث المجموعة ۔ج ۲، ص ۴۴۹ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی

ii- سنن الدارقطنی، کتاب الطلاق، ج ۲، الجزء ۴، ص ۱۰، ۱۱، ۳۲، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، الطبعة الاولی ۱۴۱۷ھ

iii- السنن الکبرٰی للبیہقی، کتاب الخلع والطلاق، باب الاختیار للزوج ان لایطلق الا واحدة، ج ۷، ص ۵۳۲، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، الطبعة الاولی ۱۴۲۰ھ)

دوسری صورت: عورت کے ماہواری یا خون ولادت کے ایام میں طلاق دینا ماہواری کے ایام میں طلاق دینا ممنوع وحرام ہے کیوں کہ فرمانِ الٰہی ہے: **یا ایها النبی اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن** (الطلاق ۱/۱) ''اے نبی (ﷺ) جب آپ اپنی بیویوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت پر انہیں طلاق دو۔'' امام مسلم ابن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت فرماتے ہیں ''حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ انہوں نے عہد رسالت میں اپنی بیوی کو ماہواری کی حالت میں ایک طلاق دی۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ اس طلاق سے رجوع کریں یا پھر ماہواری ختم ہونے تک بیوی کو رکھیں پھر جب وہ ماہواری سے پاک ہو جائے تو ایک حیض گزرنے تک اسے مہلت دیں اور جب وہ اس دوسری ماہواری سے پاک ہو جائے اور وہ اس کو طلاق دینا چاہیں تو ماہواری سے پاکیزگی کے اس دور میں طلاق دیں بشرطیکہ پاکیزگی کے اس دور میں بیوی سے مجامعت نہ کی ہو اور یہ وہ وقت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے۔'' دوسری روایت میں ہے عبیداللہ کہتے ہیں میں نے حضرت نافع سے پوچھا جو طلاق دی گئی تھی اس کا کیا ہوا؟ انہوں نے جواباً ارشاد فرمایا ''اس طلاق کو شمار کیا گیا۔''

(صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب تحریم طلاق الحائض، ج ۱، ص ۴۷۶، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی)

پھر یہی سوال جب حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہوا تو آپ نے بھی یہی جواب ارشاد فرمایا چنانچہ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں اور ان سے

علامہ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ نقل کرتے ہیں کہ یہ سوال انس ابن سیرین نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا تو آپ نے جواب دیا: **وما لی لا اعتدبها** ''مجھے کیا ہوا کہ حالت حیض میں دی گئی طلاق شمار نہ کرتا۔''

(i- مسند احمد بن حنبل، مسند عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، ج ۲، ص ۱۲۸، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت،

ii- جامع المسانید والسنن، مسند عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، انس ابن سیرین ابوحمزة الانصاری، ج ۲۸، ص ۴۲، ۴۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، الطبعة الاولی ۱۴۳۱ھ)

تیسری صورت: پاکی کے ایام جن میں مجامعت کی ہو ان ایام میں طلاق دینا چنانچہ امام محمد ابن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت فرماتے ہیں: ''حضور ﷺ نے جب حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا ''اگر تو طلاق دینا چاہے تو مقاربت سے پہلے طلاق دے۔''

(بخاری شریف کتاب الطلاق، ج ۲، ص ۷۹۰، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی)

طلاق احسن وحسن میں تو کسی کا اختلاف نہیں البتہ طلاق بدعی کی پہلی صورت میں جمہور کا موقف ہے کہ تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ جبکہ بعض غیر مقلدین کے نزدیک ایک طلاق واقع ہو جاتی ہے اور بعض غیر مقلدین کے نزدیک ایک لفظ سے تین طلاقیں دیں تو ایک ہوگی البتہ علیحدہ علیحدہ جملے سے دیں تو تین واقع ہو جائیں گی اگرچہ مجلس ایک ہو جیسا کہ ابن باز کا فتویٰ آگے بیان ہوگا۔ اور بعض غیر مقلدین کے نزدیک ہر صورت میں تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی جیسا کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری کا موقف ہے جس کا تفصیلی فتویٰ آخر میں آرہا ہے۔ لیکن یہ بات واضح ہے کہ طلاق بدعی کی دوسری اور تیسری صورت میں طلاق واقع ہونے کے بارے میں اتفاق ہے ان غیر مقلدین حضرات سے سردست یہ سوال ہے کہ اگر تو یہی جملہ ہے کہ طلاق بدعی واقع نہیں ہوتی تو دوسری اور تیسری صورت میں کیوں واقع ہو رہی ہے؟

آخر وہ کون سی وجہ ہے جس نے پہلی صورت میں وقوع کو اس کے دائرہ سے کم کر کے روک دیا ہے؟ جبکہ تینوں صورتیں ہی طلاق بدعی کی ہیں۔ سو یہ بات معلوم ہوگئی کہ کسی امر کا خلاف سنت ہونا ایک الگ بات ہے اور واقع ہونا علیحدہ بات ہے۔ طلاق بدعی کی صورت میں گناہ ضرور ہوگا لیکن طلاق بھی واقع ہو جائے گی۔ چنانچہ امام مسلم بن حجاج روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی زوجہ کو ماہواری میں طلاق دی تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ان سے رجوع کے متعلق فرمایا اور مزید یہ فرمایا: ’’وان کنت طلقتها ثلاثا فقد حرمت علیک حتی تنکح زوجا غیرک و عصیت الله فیما امرک من طلاق امراتک.‘‘ ’’یعنی اگر تو (اس حالت میں) اپنی بیوی کو تین طلاقیں بھی دیتا تو وہ تجھ پر حرام ہو جاتی حتیٰ کہ وہ تیرے علاوہ کسی دوسرے خاوند سے نکاح کرتی اور تو نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی۔

(مسلم شریف، ج ۱، ص ۴۷۶، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی)

اسی طرح امام بخاری علیہ الرحمہ نے فرمایا: ’’کان ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما اذا سئل عمن طلق ثلاثا قال لو طلقت مرة امرتین فان النبی ﷺ امرنی بهذا فان طلقها ثلاثا حرمت حتی تنکح زوجاً غیره‘‘ ’’یعنی حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جب تین طلاقوں کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا اگر عورت کو ایک مرتبہ یا دو مرتبہ طلاق دی گئی ہے تو نبی اکرم ﷺ نے مجھے اس سے (رجوع کرنے کا) حکم فرمایا پھر اگر اسے تیسری طلاق دے دی گئی ہے تو وہ زوجہ اس پر حرام ہو جائے گی حتیٰ کہ وہ پہلے کے علاوہ دوسرے خاوند سے نکاح کرے۔‘‘

(بخاری شریف، ج ۱، ص ۷۹۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

مثلاً ہزل میں ادا شدہ عقود و معاملات ادا نہیں ہوتے لیکن نکاح وطلاق کے عقد کا

ہزل میں بھی وقوع ہو جاتا ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: ’’تین چیزیں ایسی ہیں کہ سنجیدگی میں بھی سنجیدہ اور ہزل و مزاح میں بھی سنجیدہ ہیں، ۱ نکاح، ۲ طلاق، ۳ رجعت۔

(ترمذی شریف، ابواب الطلاق واللعان باب ماجاء فی الجد والھزل فی الطلاق، ج ۱، ص ۱۴۲، مطبوعہ فاروقی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان، الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور)

لہٰذا نکاح وطلاق کو دیگر امور پر قیاس نہیں کیا جا سکتا کہ اس کی نوعیت ہی دیگر مسائل سے جداگانہ ہے۔ آج کل بعض افراد تین طلاقوں کو ایک طلاق کہہ کر اس پر دلیل حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت پیش کرتے ہیں کہ ’’رسول اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں، سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت اور سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ابتدائی دو سال تک ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی تھیں اس میں لوگوں نے جلدی کی، اگر ہم ان پر تینوں لازم کر دیں چنانچہ انہوں نے اس فیصلے کو ان پر لازم کر دیا۔

(صحیح مسلم، کتاب الطلاق)

ہم اس بارے میں ان حضرات سے پوچھتے ہیں کیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی اس مسئلہ میں مخالفت کی اور اس مخالفت میں تمام صحابہ کرام مہر بلب رہے اور کوئی ایک بھی سراپائے احتجاج نہ ہوا یا سب تقیہ کر بیٹھے؟ جس طرح یہ روایت شیعہ حضرات کے مذہب کو تقویت دیتی ہے اسی طرح اس حدیث کی مؤیدات روایات میں راوی بھی شیعہ ہے اور تین طلاقوں کا ایک طلاق ہونا شیعہ حضرات کا موقف ہے۔ چنانچہ ابو جعفر کلینی لکھتا ہے ’’زرارہ کہتے ہیں کہ میں نے کسی ایک علیہ السلام سے پوچھا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک مجلس یا متعدد مجالس میں تین طلاقیں دیں، درآں حالیکہ وہ عورت حیض سے پاک تھی؟ انہوں نے کہا ’’یہ ایک طلاق ہوگی۔‘‘

(الفروع من الکافی، ج ۶، ص ۷۰-۷۱، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ ایران)

عمرو ابن براء کہتے ہیں کہ میں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے کہا کہ ہمارے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ کوئی شخص جب اپنی بیوی کو ایک طلاق دے یا سو طلاقیں دے تو صرف ایک طلاق واقع ہوتی ہے اور ہمیں آپ سے اور آپ کے آباء علیہم السلام سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ جب کوئی شخص ایک بار طلاق دے یا سو بار طلاق دے تو وہ ایک طلاق ہوتی ہے۔ ابو عبداللہ علیہ السلام نے کہا مسئلہ اسی طرح ہے جس طرح تمہیں پہنچا ہے۔

(الفروع من الکافی' ج ۶ ص ۷۱، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ ایران' ۱۳۶۲ھ)

اور یہ بات اصول حدیث میں ثابت ہے کہ شیعہ راوی اگر اپنے مذہب کی ترویج میں روایت کرے تو اس کی وہ روایت قبول نہ ہوگی۔

چنانچہ علامہ ابن صلاح شہر زوری متوفی ۶۴۳ھ ''مقدمہ ابن الصلاح'' میں رقمطراز ہیں: ''ایک قوم نے کہا کہ بدعتی کی روایت کو قبول کیا جائے گا اس شرط کے ساتھ وہ داعی الی البدعۃ نہ ہو اور داعی الی البدعۃ ہونے کی صورت میں اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی یہ مذہب علماء میں سے کثیر یا اکثر کا ہے۔''

(مقدمہ ابن الصلاح فی علم الحدیث ص ۶۹ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت لبنان)

امام یحییٰ ابن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ ''تقریب النواوی'' میں رقمطراز ہیں ''اور بعض نے کہا کہ ایسے بدعتی کی روایت کو اس شرط کے ساتھ حجت بنایا جائے گا اگر وہ داعی الی البدعت نہ ہو اور اگر وہ داعی الی البدعت ہو تو اس کی روایت کو دلیل نہیں بنایا جائے گا یہ مذہب اظہر' اعدل اور کثیر و اکثر کا قول ہے۔''

(تدریب الراوی شرح تقریب النووی' النوع الثالث والعشر ون ج ۱ ص ۵۴۳، مطبوعہ دار العاصمۃ للنشر والتوزیع الریاض)

علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ معروف درسی کتاب ''شرح نخبۃ الفکر'' میں رقمطراز ہیں: ''اور بعض کا اس بارے یہ قول ہے جو بدعتی داعی الی البدعت نہیں اس کی

روایت کو قبول کیا جائے گا۔ اور یہ مذہب سب سے درست ہے۔''

(شرح نخبۃ الفکر ص ۷۲-۷۳ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

اس کے تحت محدث ملا علی بن سلطان قاری متوفی ۱۰۱۴ھ ''شرح شرح النخبہ'' میں رقمطراز ہیں: و قال الجزری' قیل ان کان داعیۃ لمذھبہ لم یقبل والا قبل و ھذا الذی علیہ الاکثر و ھو المختار و نقل ابن حبان اتفاقھم علیہ ''یعنی علامہ جزری فرماتے ہیں کہا گیا کہ اگر بدعتی روایت میں اپنے مذہب کی تائید کے لیے داعی ہو تو اس کی روایت کو قبول نہیں کیا جائے گا ورنہ قبول کیا جائے گا اور اسی پر اکثر علماء اہل حدیث ہیں اور یہی مختار ہے اور ابن حبان نے ان محدثین کا اس بات پر اتفاق نقل کیا۔''

(شرح شرح النخبہ ص ۵۳۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی)

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ بدعتی راوی ہو تو اس کے مذہب کی تائید کرنے والی روایت کو راجح قول و مذہب کے مطابق قبول نہیں کیا جائے گا۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت کی فنی حیثیت کیا بنتی ہے اس پر ہم کلام بعد میں کرتے ہیں پہلے غیر مقلدین حضرات کی حجت بننے والی وہ مؤیدات روایات پیش کرتے ہیں جن کے راوی شیعہ ہیں چونکہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں طلاق ثلاثہ کے ایک ہونے کی خبر ہے اور حضرت رکانہ والی روایت کو اس خبر والی روایت کے لیے بطور بنیاد پیش کیا جاتا ہے۔ اس واسطے ہم پہلے بنیاد والی روایت کے بارے انکشاف کرتے ہیں کہ اس روایت کے راویوں میں ایک راوی شیعہ ہے۔ جب بنیاد کمزور ہوگی تو اس پر عمارت کھڑی کرنا بے فائدہ ہے۔

پہلی روایت پر جرح

چنانچہ یہ حضرات طلاق ثلاثہ کو ایک بنانے میں امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کی روایت

پیش کرتے ہیں۔ص ۲۶۸۔

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں: حدثنا عبدالله حدثنی ابی ثنا سعد بن ابراهیم ثنا ابی عن محمد بن اسحاق حدثنی دائود بن الحصین عن عکرمة مولی ابن عباس عن ابن عباس قال طلق رکانة بن عبد یزید اخو بنی مطلب امراته ثلاثا فی مجلس واحد فحزن علیها شدیداً قال: فسأله رسول الله، کیف طلقها؟ قال طلقها ثلاثا فی مجلس واحد قال: نعم، قال: انما تلک واحدة فارجعها ان شئت، قال: فرجعها۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، ج ۱، مسند ابن عباس، ص ۲۶۸ المکتب الاسلامی بیروت)

یعنی حضرت عبداللہ، سعد بن ابراہیم سے، وہ ابراہیم سے، وہ محمد ابن اسحاق سے، وہ داؤد بن الحصین سے، وہ عکرمہ سے، وہ ابن عباس سے اور حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں تو غمگین ہو کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ کیسے طلاقیں دیں؟ پھر خود ہی فرمایا کیا ایک مجلس میں تین طلاقیں؟ تو انہوں نے جواب دیا ہاں۔ تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا وہ صرف ایک طلاق ہے اگر چاہے تو رجوع کر لے تو انہوں نے رجوع کر لیا۔

مسند احمد کی اس روایت سے استدلال کے باطل ہونے کے حوالے سے چند وجوہات ملاحظہ ہوں:

اس روایت سے استدلال باطل ہے۔

پہلی وجہ:

اس روایت کو جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ اور سنن ابی داؤد کی روایت پر ترجیح دینا عدل

وانصاف سے سخت بعید ہے کیوں کہ ان میں صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق ''البتہ'' دی تھی نہ کہ تین طلاقیں اور اہل علم سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ ''مسند امام احمد'' میں صرف احادیث صحیحہ کو جمع کرنے کا التزام نہیں کیا گیا۔ اس میں ضعیف، احسن اور صحیح ہر قسم کی احادیث ہیں اس کے برعکس جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ اور سنن ابی داؤد میں صرف صحیح احادیث کو جمع کرنے کا التزام کیا گیا ہے اسی لیے ''مسند امام احمد'' کو صحاح میں شمار نہیں کیا جاتا ہے۔

دوسری وجہ:

امام ابوداؤد نے تینوں روایات یزید بن رکانہ سے روایت کی ہیں۔ اسی طرح امام ترمذی، امام ابن ماجہ اور امام دارمی نے بھی یہ حدیث حضرت رُکانہ کے بیٹے یزید سے روایت کی ہے جبکہ امام احمد نے حضرت رکانہ کے بیٹے یا آپ کے گھر کے کسی بھی فرد سے روایت نہیں کی تو یہ بالکل معقول اور انصاف کی بات ہے کہ حضرت رُکانہ کے گھر کا واقعہ وہی درست ہوگا جو ان کے بیٹے نے بیان کیا اور ان کے بیٹے کی روایت کے خلاف اگر کسی غیر متعلق شخص نے کوئی واقعہ بیان کیا ہے تو وہ درست قرار نہیں دیا جا سکتا۔

تیسری وجہ:

یہ روایت صحیح نہیں ہے کیوں کہ علامہ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ اس کی سند کا ایک راوی ابن اسحاق مجروح ہے اور داؤد اس سے بھی زیادہ ضعیف ہے اور ابن حبان نے کہا اس کی روایت سے اجتناب واجب ہے، داؤد بن الحصین کے بارے میں علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں کہ علی بن مدینی نے کہا داؤد نے جو احادیث عکرمہ سے روایت کی ہیں وہ منکر ہیں اور ابن عیینہ نے کہا کہ ہم داؤد کی احادیث سے اجتناب کرتے ہیں، ابوحاتم

نے کہا ابوداؤد قوی نہیں ہے اور عکرمہ سے اس کی احادیث منکر ہیں۔

(تہذیب التہذیب' ج ۳' من اسمہ داؤد ص ۴ دارالفکر بیروت)

اور امام ابوبکر جصاص رازی نے ''احکام القرآن'' میں ''مسند امام احمد'' کی اس روایت کے بارے میں یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے۔

(احکام القرآن' ج ۱' ص ۳۸۸' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱۴۰۰ھ)

اور امام ابن ہمام نے بھی ''فتح القدیر'' میں اس حدیث کو منکر قرار دیا ہے اور ابوداؤد' ترمذی اور ابن ماجہ کی روایت کو صحیح کہا ہے۔ اس روایت کے ایک راوی محمد بن اسحاق کے بارے میں حافظ جمال الدین ابوالحجاج المزی متوفی ۷۴۲ھ لکھتے ہیں کہ ''امام نسائی نے فرمایا یہ قوی نہیں ہے' ابوالحسن میمونی نے کہا میں نے یحییٰ بن معین سے سنا کہ محمد بن اسحاق ضعیف ہے' ابوداؤد نے کہا یہ لوگوں کی کتب احادیث لے کر اپنی کتاب میں داخل کرتا تھا' مالک نے کہا ابن اسحاق دجال من الدجالہ اور حافظ ابوبکر نے کہا ابن اسحاق کی روایات سے حجت پکڑنے میں بے شمار علماء' متعدد اسباب کی وجہ سے رُکے ہیں ان اسباب میں سے اس کا شیعہ ہونا' فرقہ قدریہ کی طرف منسوب ہونا اور مدلس ہونا ہے۔''

(تہذیب الکمال فی اسماء الرجال' ج ۱۶' باب الجیم' ص ۷۶ تا ۸۰ دارالفکر بیروت)

علامہ ابن جوزی علیہ الرحمۃ ''مسند احمد'' والی روایت کے بارے لکھتے ہیں: یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ اس کی سند کا ایک راوی ابن اسحاق مجروح ہے اور دوسرا راوی داؤد اس سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔ امام ابن حبان نے کہا ہے کہ اس کی روایات سے پرہیز کرنا واجب ہے اور البتہ والی (صحاح ستہ کی) روایت صحت کے قریب ہے اور مسند احمد والی روایت میں راویوں کی غلطی ہے۔

(العلل المتناہیۃ فی الاحادیث الواھیۃ ج ۲' ص ۱۵۱' مطبوعہ ادارۃ العلوم الاثریہ فیصل آباد)

محمد ابن اسحٰق پر جب شیعہ' فرقہ قدریہ کی طرف منسوب ہونے کا اتہام پیدا ہوگیا تو یہ

روایت گذشتہ وضاحت کے مطابق کہ بدعتی کی وہ روایت جو اس کے مذہب کی ترویج کرتی ہو قبول نہیں کی جائے گی۔ اب ان حضرات کی حضرت رکانہ والی روایت سے دلیل مسند احمد کے حوالہ سے تو آپ نے ملاحظہ فرمالی اور اس روایت کے ضعف پر دلائل کے ساتھ ساتھ اس کے ایک راوی کے شیعہ ہونے کی صراحت بھی پالی اب ملاحظہ ہو۔

دوسری روایت پر جرح

ابوداؤد کے اندر وارد ہونے والی ان حضرات کی حضرت رکانہ والی دلیل اور اس میں بھی شذوذ وضعف کے ساتھ ساتھ اس کے ایک راوی کے شیعہ ہونے کی صراحت ملاحظہ ہو۔ امام ابوداؤد سلیمان ابن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں کہ: حدثنا احمد بن صالح نا عبدالرزاق نا ابن جریج اخبرنی بعض بنی ابی رافع مولی النبی ﷺ عن عکرمة مولی ابن عباس (الیٰ) قال انی طلقتها ثلاثا یا رسول اللہ قال: قد علمت راجعها و تلا: یاایها النبی اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن.

(i- سنن ابی داؤد ج ۲' کتاب الطلاق' باب ۱۰' نسخ المراجعۃ الخ' ص ۴۴۸' الحدیث ۲۱۹۶- دار ابن حزم بیروت

ii- معالم السنن شرح ابی داؤد' ج ۲' الجزء ۳' کتاب الطلاق' باب نسخ المراجعۃ الخ' ص ۲۰۳'
مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

یعنی احمد بن صالح' وہ عبدالرزاق سے' وہ بن جریج سے' اور وہ کہتے ہیں کہ مجھے بعض بنی ابی رافع نے خبر دی عکرمہ سے' وہ ابن عباس سے کہ عبد یزید ابورکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رجوع کرلو تو انہوں نے رسول اللہ کی بارگاہ میں عرض کی یا رسول اللہ میں نے اسے تین طلاقیں دی ہیں' آپ نے فرمایا میں جانتا ہوں تم اس سے رجوع کرلو اور آپ ﷺ نے قرآن کی آیت یاایها النبی اذا طلقتم النساء

فطلقوھن لعدتھن (الآیۃ) تلاوت فرمائی۔ یہ روایت بھی قابل استدلال نہیں ہے:

پہلی وجہ:

اس روایت سے استدلال صحیح نہیں کیوں کہ سند میں ابورافع کی اولادیں کہا گیا' راوی کا نام نہیں لیا گیا۔ اور مجہول راوی کی روایت دلیل نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ امام ابوسلیمان احمد بن خطابی بُستی متوفی ۳۸۸ھ اس روایت کے تحت لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں مقال ہے کیوں کہ ابن جریج نے اس حدیث کو بعض بنورافع سے روایت کیا ہے اور اس سے سُنا نہیں ہے اور مجہول سے حجت قائم نہیں ہوتی۔

(معالم السنن شرح ابوداؤد' ج ۲' الجزء ۳' کتاب الطلاق' باب نسخ المراجعۃ' ص ۲۰۳، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

دوسری وجہ:

اگر یہ کہا جائے کہ ''مستدرک'' کی بعض روایت میں بنوابی رافع کی تعیین محمد بن عبداللہ بن ابی رافع سے کر دی گئی ہے۔ تو عرض یہ ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ''امام بخاری نے کہا یہ منکر الحدیث ہے' ابن معین نے کہا یہ لیس بشئی (کچھ بھی نہیں)' ابوحاتم نے کہا یہ ضعیف الحدیث' منکر الحدیث اور ذاہب الحدیث ہے' ابن عدی نے اسے شیعہ شمار کیا ہے' برقانی نے امام دارقطنی سے روایت کیا ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے۔'' (تہذیب التہذیب' ج ۹' ص ۳۲۱ دارالفکر بیروت)

تائیدات

مدرس حرم مکی شیخ احمد بن احمد مختار جکنی شنقیطی لکھتے ہیں ہمارے شیخ نے فرمایا: اس حدیث سے استدلال کا ساقط ہونا ظاہر ہے کیوں کہ ابن جریج نے اس حدیث کی سند میں فرمایا کہ مجھے بعض بن ابی رافع نے خبر دی' اور یہ مجہول سے روایت ہے معلوم نہیں کہ وہ کون

ہے تو اس کا ساقط ہونا ظاہر ہے جیسا کہ تو نے دیکھا۔

(مواھب الجلیل من ادلۃ الخلیل' ج ۳' کتاب النکاح' ص ۲۷' المکتبہ العلمیہ بیروت)

یہ روایت حلت وحرمت میں ناقابل استدلال ہے کیوں کہ اس روایت کی سند اس پائے کی نہیں جس سے حلال وحرام میں استدلال کیا جا سکے اس لیے کہ اس روایت سے وہ چیز حلال ہو رہی ہے جو قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی صراحت سے حرام ہو چکی ہیں اور ائمہ اربعہ اور جمہور کا جس کے حرام ہونے پر اتفاق ہے۔ اور امام ابوجعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں اور ان سے امام ابوبکر جصاص رازی نقل کرتے ہیں کہ یہ روایت (جس میں حضرت رُکانہ کے تین طلاق دینے کا ذکر ہے) منکر ہے اور یہ روایت اس روایت کے مخالف ہے جو اس سے اولیٰ ہے۔ لہٰذا اس روایت سے استدلال درست نہیں۔

(مختصر اختلاف العلماء، ج ۲' کتاب الطلاق ۹۷۹، فیمن طلق ثلاثا' ص ۴۶۳ دارالبشائر الاسلامیہ بیروت)

یہ مخفی نہ رہے کہ اس روایت میں احتمال ہے۔

حدیث رکانہ میں طلاق ''بتہ'' کا واضح مفہوم

امام ابوسلیمان محمد بن محمد بن ابراہیم خطابی بُستی متوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں: حدیث ابن جریج کو راوی نے بغیر لفظ کے معنی کے ساتھ روایت کیا ہو اور وہ اس لیے کہ فقہاء نے ''بتہ'' میں اختلاف کیا تو ان کو بعض نے کہا یہ تین طلاقیں ہیں اور بعض نے کہا کہ ایک طلاق' اور راوی گویا کہ ''بتہ'' کو تین طلاقیں قرار دینے والوں کے مذہب پر چلا تو اس نے یہ حکایت کر دیا کہ حضرت رُکانہ نے فرمایا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں' راوی کی مراد اس سے ''بتہ'' ہے کہ جس کا حکم اس کے نزدیک تین کا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(معالم السنن شرح ابی داؤد ج ۲، الجزء ۳، کتاب الطلاق باب نسخ المراجعۃ الخ' ص ۲۰۴)

اور شارح صحیح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں امام ابوداؤد نے

اس روایت کو ترجیح دی ہے کہ حضرت رُکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق البتۃ دی تھی اور یہ تعلیل قوی ہے کہ بعض راویوں نے ''البتۃ'' کو تین پر محمول کر دیا۔ پس یہ وہ نکتہ ہے جس سے حضرت ابن عباس سے رُکانہ کی تین طلاق والی روایت سے استدلال موقوف ہوگا۔

(فتح الباری، ج ۱۲، الجزء ۹، القسم الثانی، کتاب الطلاق، باب ۴ من جوز الطلاق الثلاث، ص ۴۰۴ الحدیث: ۲۶۱ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے بلوغ المرام میں یہ روایت اور مسند احمد والی روایت ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: و فی سند هما ابن اسحاق و فیه مقال و قدروی ابوداؤد من وجه اخر احسن منه ان ابارکانة طلق امراته سهیمة البتة فقال والله ما اردت بها الا واحدة فردها الیه النبی ﷺ۔

(بلوغ المرام، ص ۲۱۲، مطبوعہ ادارۃ احیاء السنۃ غزنی سٹریٹ اہل حدیث مارکیٹ اردو بازار لاہور)

مدرس حرم مکی شیخ احمد بن مختار جکنی شنقیطی لکھتے ہیں: محل نزاع میں اس روایت میں اگر کوئی دلالت ہو تو میں اس کے ساتھ اس کو ملا دوں گا کہ امام ابوداؤد نے اسے ترجیح دی ہے کہ رُکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی تھی جیسا کہ امام ابوداؤد نے اسے آل رکانہ کے طریق سے روایت کیا ہے، اسی وجہ سے ممکن ہے کہ اس کے کسی راوی نے ''بتہ'' کو ''تین'' پر محمول کر دیا ہو، پس یہ کہہ دیا ہو کہ انہوں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں، علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ اسی نکتہ سے حدیث ابن عباس (یعنی حدیث ابن اسحاق از داؤد بن الحصین، از عکرمہ، از ابن عباس) سے استدلال موقوف ہوتا ہے۔

(مواهب الجلیل من ادلۃ الخلیل، ج ۳، کتاب النکاح، ص ۷۱، المکتبۃ العلمیہ بیروت)

تیسری روایت پر جرح

ان حضرات کی ایک دلیل سنن دار قطنی کی وہ روایت جس میں حضرت عبداللہ ابن عمر

رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے تین طلاقیں دینے اور اس کے ایک ہونے کا بیان ہے اور اس روایت کے تمام راوی ہی شیعہ ہیں۔

چنانچہ امام عمر بن علی دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ نے محمد بن احمد بن یزید کوفی و ابوبکر بن احمد بن ابی الدرداء سے، وہ احمد بن موسیٰ بن اسحاق سے، وہ احمد بن صبیح الاسدی سے، وہ ظریف بن ناصح سے، وہ معاویہ سے، وہ عمار الدہنی سے نقل کیا ہے کہ ابوالزبیر نے کہا: سالت ابن عمر عن رجل طلق امراته ثلاثا و هی حائض، فقال: اتعرف ابن عمر؟ قلت: نعم، قال طلقت امراتی ثلاثا علی عهد رسول الله ﷺ و هی حائض، فردها رسول ﷺ الی السنة۔

(سنن الدار قطنی، ج ۲، الجزء ۴، کتاب الطلاق، ص ۵ الحدیث: ۳۸۵۷ دار الکتب العلمیہ بیروت)

یعنی میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جس نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں تین طلاقیں دی ہوں تو آپ نے فرمایا میں نے عہدِ رسالت میں اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں تین طلاقیں دے دی تھیں، تو رسول اللہ ﷺ نے اسے سنت کی طرف لوٹا دیا۔

مندرجہ بالا حدیث میں اس بات کا بالکل ذکر نہیں کہ تین طلاقوں کو ایک قرار دیا گیا اس میں تو یہ ہے کہ حالتِ حیض میں طلاق دی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے اسے سنت کی طرف لوٹایا کیوں کہ حالتِ حیض میں طلاق دینا بدعت ہے اور سنت یہ ہے کہ عورت کو اس طہر میں طلاق دی جائے جس میں مقاربت نہ کی ہو تو حضرت ابن عمر کو بھی رجوع کا حکم دیا گیا اور رجوع صرف ایک یا دو طلاق کے بعد ہو سکتا ہے تین کے بعد رجوع نہیں ہوتا کیوں کہ قرآنی تعلیمات یہ ہیں رجعی طلاق دو بار تک ہے پھر اگر تیسری طلاق دے دی تو وہ عورت اس مرد کے لیے حلال نہ رہے گی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔ جب کہ حضرت ابن

عمر کی صحاح ستہ کے حوالے سے روایت گزری اب رہ گیا مسئلہ تین ہونے تو اس حوالے سے یہ روایت قابل استدلال نہیں ہے کیوں کہ امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ فرماتے ہیں اس حدیث کے تمام راوی شیعہ ہیں اور محفوظ یہ ہے کہ حضرت ابن عمر نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں صرف ایک طلاق دی تھی۔

(سنن الدارقطنی، ج ۲، الجزء ۴، کتاب الطلاق، ص ۶، حدیث: ۳۸۵۷ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اور امام ابن سیرین نے بھی ایک طلاق کی روایات کو ہی صحیح قرار دیا ہے۔ تین طلاق کی روایت کو تسلیم نہیں کیا جیسا کہ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ نے تین مختلف اسناد سے روایت کیا کہ ابن سیرین نے فرمایا مجھ سے ایک ثقہ آدمی بیس سال تک یہ حدیث بیان کرتا رہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حالتِ حیض میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں اور آپ کو ان سے رجوع کرنے کا حکم دیا گیا' میں اس راوی پر بدگمانی تو نہیں کرتا مگر مجھے اس حدیث میں اشکال تھا حتیٰ کہ میری ملاقات ابوغلاب یونس بن جبیر باہلی سے ہوئی جو بہت ہی مستند شخص تھے: **فحدثنی انہ سال ابن عمر فحدثہ انہ طلق امراتہ تطلیقۃ.**

(صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب تحریم الطلاق الحائض الخ، ص ۵۵۸، الحدیث: ۵۰۷ (۱۴۷۱) دار الکتب العلمیہ بیروت)

یعنی، انہوں نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر سے پوچھا تو آپ نے بتایا کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں ایک طلاق دی تھی۔ اور امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ نے ابن سیرین کا واقعہ ذکر کیا کہ ابوغلاب یونس بن جبیر باہلی نے یہ حدیث بیان کی کہ: **انہ سال ابن عمر فحدثہ طلقھا واحدۃ و ھی حائض، فامر ان یراجعھا.**

(سنن الدارقطنی، ج ۲، الجزء ۴، کتاب الطلاق، ص ۷، الحدیث: ۳۸۶۲، دار الکتب العلمیہ بیروت)

یعنی، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو آپ نے بتایا کہ میں نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں ایک طلاق دی تھی تو اس سے رجوع کرنے کا حکم ہوا۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نسبت یہ کہنا درست نہیں کہ انہوں نے حالت حیض میں تین طلاق دیں اور ان کو رجوع کا حکم ہوا۔

کیوں کہ آپ نے ایک طلاق ہی دی تھی جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ چنانچہ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ حضرت حسن بن علی سے، وہ عبدالرزاق سے، وہ معمر سے، وہ ایوب سے، وہ ابن سیرین سے، وہ یونس بن جبیر سے روایت کرتے ہیں: **انہ سال ابن عمر فقال: کم طلقت امراتک؟ فقال: واحدۃ.**

(سنن ابی داؤد، ج ۲، کتاب الطلاق، باب ۴ فی طلاق السنۃ، ص ۴۴۱ الحدیث: ۲۱۸۳ دار ابن حزم بیروت)

یعنی، یونس بن جبیر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ آپ نے اپنی بیوی کو کتنی طلاقیں دی تھیں؟ تو انہوں نے فرمایا: میں نے ایک طلاق دی تھی۔ اور امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ نے محمد بن یحیٰی بن مرداس کے واسطے سے امام ابوداؤد سے یہی حدیث روایت کی ہے۔

(سنن الدارقطنی، ج ۲، الجزء ۴، کتاب الطلاق، ص ۷، الحدیث: ۳۸۶۳ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حائض تطلیقۃ واحدۃ الخ.

(صحیح البخاری، ج ۳، کتاب الطلاق، باب ۴۴ و بعولتھن احق بردھن۔ ص ۴۳۲، الحدیث: ۵۳۳۲ دار الکتب العلمیہ بیروت)

یعنی بے شک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں ایک طلاق دی تھی۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ یحیٰی وقتیبہ وابن رمح سے (قتیبہ نے کہا ہم سے لیث نے حدیث بیان کی اور دوسرے دونوں نے کہا ہمیں لیث بن سعد نے خبر دی)، وہ نافع سے روایت کرتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: **انہ طلق**

امراته و هی حائض تطليقة واحدة الخ.

(صحیح مسلم، کتاب الطلاق،ص ۵۵۷،الحدیث العلمیہ بیروت)

یعنی، کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں ایک طلاق دی تھی۔امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ ابوالقاسم عبداللہ محمد عبدالعزیز سے،وہ ابوالجہم العلاء بن موسیٰ سے،وہ لیث بن سعد سے،وہ نافع سے روایت کرتے ہیں:ان عبدالله بن عمر طلق امراته هی حائض تطليقة واحدة الخ.

(سنن الدار قطنی ج ۲،الجزء۴،کتاب الطلاق،ص ۱۸،الحدیث:۳۹۲۱،دار الکتب العلمیہ بیروت)

یعنی، بے شک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں ایک طلاق دی تھی۔امام دار قطنی نے مزید پانچ اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے کہ عہد رسالت میں حضرت ابن عمر نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں ایک طلاق دی تھی۔امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں کہ:انه طلق امراته و هی حائض تطليقة واحدة الخ.

(السنن الکبریٰ للبیہقی ،ج ۷،کتاب الخلع والطلاق،باب ۱۱،ما جاء فی الطلاق السنة و طلاق البدعة،
ص ۵۳۰،الحدیث:۱۴۹۰،دار الکتب العلمیہ بیروت)

یعنی، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں ایک طلاق دی تھی۔امام بیہقی روایت کرتے ہیں کہ عبیداللہ بن عمر کہتے ہیں:فقلت لنافع ما صنعت الطليقة قال: واحدة اعتدت بها.

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷،کتاب الخلع والطلاق،باب ۱۱،ما جاء فی الطلاق السنة و طلاق البدعة،
ص ۵۳۰ الحدیث:۱۴۹۰۷،دار الکتب العلمیہ بیروت)

یعنی، میں نے حضرت نافع سے پوچھا اس طلاق کا کیا ہوا؟ تو آپ نے فرمایا ایک تھی جو شمار کی گئی۔

ہمارے پیارے مسلمان بھائیو! یہاں تک ہم نے وہ تمام روایات جن کے حوالے سے آج تک علمائے اہل حدیث خوش وخرم تھے کہ ان کے پاس طلاق ثلاثہ کے ایک ہونے پر مسلم شریف، ابوداؤد اور دار قطنی کی روایات ہیں بحمد للہ تعالیٰ ہمارے علمائے کرام اہل سنت و جماعت نے اس بارے خوب تحقیق فرما کر ان روایات کی اصل حالت پیش فرما دی اور ہم نے اس چھان بین کے بعد آپ کے سامنے حوالہ جات سے ثابت کر دیا کہ وہ روایات جس میں ان غیر مقلدین حضرات کا ثبوت تھا کہ طلاق ثلاثہ ایک ہے ان روایات کے راوی شیعہ ہیں اور شیعہ راوی کی روایت اس کی عدالت وثقاہت کے اعتبار سے صحاح ستہ وغیرہ میں اس وقت تسلیم کی جاتی ہے جب وہ روایت اس کے مذہب کو ترویج نہ دے اور یہ روایات شیعہ مسلک کے طلاق ثلاثہ کے بارے موقف کو تائید دیتی ہیں اس واسطے قابل حجت نہیں۔

کیا طلاق ثلاثہ کو تین قرار دینا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایجاد ہے؟

اب آیئے مسلم شریف کی اس روایت پر جس میں صرف اس بات کی خبر ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانہ اقدس میں اور حضرت ابوبکر صدیق اور خلافت فاروقی کے ابتدائی سالوں میں تین طلاقوں کو ایک سمجھا جاتا تھا۔چونکہ اس روایت کی بنیاد جن روایات پر تھی ان کے حوالہ سے ہم نے بحث کر کے ان کا ناقابل حجت ہونا تو بیان کر دیا جس سے اس روایت ابن عباس کی بنیاد مضبوط نہ رہی۔اب ہم ملاحظہ کرتے ہیں کہ اس روایت ابن عباس کی تحقیق اور ثبوت کے لحاظ سے فنی حیثیت کیا ہے؟

حضرت طاؤس کا وہم

یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ اس روایت میں ایک راوی حضرت ''طاؤس'' ہیں۔یہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے شاگرد ہیں اور حضرت عبداللہ ابن عباس

رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اور بھی شاگرد ہیں مثلاً حضرت عکرمہ' حضرت سعید ابن جبیر' حضرت مجاہد' حضرت عطاء' حضرت عمرو ابن دینار' حضرت مالک ابن حارث وغیرہ یہ سب حضرات تین طلاقوں کو تین ہونے کا ہی حضرت ابن عباس سے نقل فرماتے ہیں چنانچہ امام بیہقی فرماتے ہیں:

''یہ حدیث ان احادیث میں سے ہے جس میں امام بخاری اور امام مسلم کا اختلاف ہے۔ امام مسلم نے اس کو روایت کیا ہے اور امام بخاری نے اس کو ترک کر دیا ہے۔ اور میرا گمان یہ ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو اس لیے ترک کیا ہے کہ یہ روایت حضرت ابن عباس کی باقی روایات کے مخالف ہے پھر امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ عکرمہ نے کہا حضرت ابن عباس نے فرمایا پہلے انسان تین طلاق دینے کے بعد رجوع کر لیتا تھا ''الطلاق مرتان'' نے اس کو منسوخ کر دیا۔ سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں وہ اس پر حرام ہوگئی' مجاہد کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس سے پوچھا میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دی ہیں' حضرت ابن عباس نے فرمایا تم تین طلاقیں لے لو اور ستانوے طلاقوں کو چھوڑ دو' مجاہد سے ہی روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دیں' حضرت ابن عباس نے فرمایا تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی' تمہاری بیوی تم سے علیحدہ ہوگئی تم نے اللہ کا خوف نہیں کیا' اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے کوئی مخرج نہیں رکھا' ان کے علاوہ عطاء' عمرو بن دینار اور مالک بن حارث وغیرہ طاؤس کے علاوہ حضرت ابن عباس کے تمام تلامذہ حضرت ابن عباس سے یہی روایت کرتے ہیں کہ بیک وقت دی گئی طلاقیں نافذ ہو جاتی ہیں اس کے برخلاف صرف طاؤس نے حضرت ابن عباس سے یہ روایت کیا ہے کہ عہد رسالت اور عہد ابوبکر میں تین طلاقیں ایک قرار دی جاتی تھیں اس لیے یہ روایت طاؤس کے وہم پر محمول کی جائے گی اور صحیح نہیں

ہے۔ (سنن کبریٰ ج ۷، ص ۳۳۷ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)

اب ایک جماعت میں استاد کی بات پر دو مختلف آراء ہو جائیں ایک طرف صرف ایک شاگرد ہو اور دوسری طرف اسی استاد سے پڑھنے والی پوری جماعت ہو تو کیا پوری جماعت کی بات کو رد کر دیا جائے گا؟ اور ایک شاگرد کی بات ماننے میں اس کے استاد کا صراحتاً فتویٰ بھی اس بات کے خلاف آ جائے۔ اور اس شاگرد کی روایت کو ماننے سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات اور آپ سے آگے پوری جماعت صحابہ ہی ذاتی لحاظ سے مجروح ٹھہرا دی جائے۔ نیز دیگر روایات میں ایسی روایت کے راوی بھی شیعہ ہوں' قرآن وسنت کا حکم وہ بھی اس مفہوم سے ٹکراتا ہو تو لازماً ماننا پڑے گا کہ اس روایت میں سقم ہے اور یہ روایت ناقابل حجت ہے۔ اب ہم اس روایت کے بارے تفصیلی کلام کرتے ہیں یہ حضرات جو روایت پیش کرتے ہیں ہم پہلے اسے ذکر کرتے ہیں۔ چنانچہ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ نے ذکر کیا ہے۔ طاؤس بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: **كان الطلاق علی عهد رسول الله و ابی بكر و سنتين من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة.** یعنی' عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں جو شخص بیک وقت تین طلاقیں دیتا اس کو ایک طلاق شمار کیا جاتا۔ اس سے اگلی روایت میں ہے: **ان ابا الصهبا قال لا بن عباس: اتعلم انما كانت الثلاث تجعل واحدة علی عهد النبی ﷺ و ابی بكر' و ثلاثا من امارة عمر؟ فقال ابن عباس: نعم.**

(صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب ۲ طلاق الثلاث، ص ۵۶۰، الحدیث: ۱۶-۱۵، دار الکتب العلمیہ بیروت)

یعنی' طاؤس بیان کرتے ہیں کہ ابو الصہبا نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

سے کہا آپ کو علم ہے کہ عہد رسالت ﷺ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے ابتدائی تین سالوں میں تین طلاقوں کو ایک قرار دیا جاتا تھا تو حضرت ابن عباس نے فرمایا: ہاں"۔ اس حدیث سے غیر مقلدین نے جو سمجھا وہ محدثین کی سمجھ کے مطابق نہیں ہر عقل مند ان کے مقابلے میں فہم ائمہ حدیث کو ہی ترجیح دے گا چنانچہ مدرس احمد بن احمد مختار جکنی شنقیطی لکھتے ہیں:

۱- امام نسائی نے اپنی جلالت قدر، رسوخ قدم، شدت فہم کی بنا پر حدیث مذکور سے صرف یہی سمجھا کہ اس میں "طلاق الثلاث" سے مراد شوہر کا یہ قول ہے کہ "تو طلاق والی ہے، تو طلاق والی ہے، تو طلاق والی ہے" اور اسی لیے انہوں نے اس حدیث کے لیے باب کا عنوان باندھتے ہوئے فرمایا: "باب طلاق الثلاث المتفرقة قبل الدخول بالزوجة" بیوی سے ہم بستری کرنے سے قبل اسے تین متفرق (جدا جدا) طلاقیں دینے کے بیان میں باب۔
پھر فرمایا خبر دی ہمیں ابوداؤد سلیمان بن سیف نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہمیں ابوعاصم نے ابن جریج سے، وہ ابن طاؤس سے، وہ طاؤس سے کہ ابوالصہبا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور کہا اے ابن عباس! کیا آپ نہیں جانتے کہ تین رسول اللہ ﷺ کے عہد میں...... الحدیث

۲- اسی طرح فہم ابن سریج کہ ان سے ابن حجر نے "فتح الباری" میں نقل کیا کہ یہ تکرار لفظ میں وارد ہے جیسا کہ شوہر کہے: "تو طلاق والی ہے، تو طلاق والی ہے، تو طلاق والی ہے"، اور پہلے لوگوں کے سینوں کی سلامتی کے سبب ان سے یہ قبول کیا جاتا تھا کہ انہوں نے (ایک کے بعد دوسری بار کہنے سے) تاکید کا ارادہ کیا ہے، پس جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں لوگ زیادہ ہوگئے اور ان میں دھوکہ دہی کی مثل ایسی صفات بڑھنے لگیں جو ان سے تاکید کے دعویٰ کو قبول کرنے سے مانع تھیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لفظ کو تکرار کے ظاہر پر محمول

فرمادیا پس اسے ان پر جاری فرمادیا اھ۔ حافظ ابن حجر نے فرمایا: یہی وہ جواب ہے جسے امام قرطبی نے پسند فرمایا۔ الخ۔

ہمارے شیخ نے "الاضواء" میں فرمایا: بہرحال اس دعویٰ کا جزم کہ طاؤس کی مذکور حدیث کا معنی ایک لفظ کے ساتھ تین طلاقیں ہے، یہ ایسا دعویٰ ہے جو دلیل سے خالی ہے جیسا کہ تم نے دیکھا تو اسے نبی ﷺ کی طرف منسوب کرنے میں اللہ سے ڈرنا چاہیے اھ۔

(مواهب الجليل من ادلة الخليل ج ۳، کتاب النکاح ص ۴۷-۳۷، المکتبة العلمیة بیروت لبنان)

اور علماء حدیث وفقہ نے اس حدیث کے متعدد جوابات دیئے ہیں۔

مدرس حرم مکی بن احمد مختار جکنی شنقیطی لکھتے ہیں: جمہور نے اس حدیث ابن عباس کے بہت سے جوابات دیئے جو ان میں سے اہم ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ تین طلاقیں جو اس حدیث میں مذکور ہیں جنہیں ایک قرار دیا جاتا تھا، اس حدیث کی روایت میں کوئی تصریح نہیں کہ وہ لفظ واحد کے ساتھ واقع ہے اور لفظ "طلاق الثلاث" سے لغۃً، عقلاً اور شرعاً کسی طرح بھی یہ لازم نہیں آتا کہ وہ لفظ واحد کے ساتھ ہو اور جب حدیث شریف میں لفظ واحد کے ساتھ تین طلاق کا ہونا متعین نہ ہوا تو محل نزاع میں اس سے استدلال اصلاً ساقط ہوگیا۔

(مواهب الجليل من ادلة الخليل ج ۳، کتاب النکاح ص ۳۷، المکتبة العلمیة بیروت لبنان)

پہلی بات:

غیر مقلدین حضرات کی مستند شخصیت علامہ ابن حزم نے اس حدیث شریف کے بارے میں خود لکھا کہ:

فليس شئى منه انه عليه الصلاة والسلام هو الذى جعلها واحدة او ردها الى الواحدة ولا انه عليه الصلاة والسلام علم بذلك فاقره، ولا حجة الا فيما صحه انه عليه الصلاة والسلام قاله او فعله او علمه فلم

ینکرہ.

(المحلی لابن حزم کتاب ۸۳ الطلاق مسئلۃ ۱۹۵۰ من الطلاق الخ ص ۱۷۵۵ بیت الافکار الدولیۃ' الاردن / السعودیۃ)

یعنی اس حدیث میں کوئی چیز ایسی نہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ آپ ﷺ نے تین طلاقوں کو ایک کیا تھا یا ان کو ایک کی طرف لوٹایا تھا اور نہ اس میں یہ چیز موجود ہے کہ آپ ﷺ کو اس کا علم ہوا اور آپ نے اسے برقرار رکھا اور حجت تو صرف اس چیز میں ہے جو بطریق صحت آپ ﷺ نے فرمائی ہو یا کوئی کام کیا ہو یا آپ ﷺ کو اس کا علم ہوا ہو پھر بھی آپ نے انکار نہ فرمایا ہو۔

دوسری بات:

اگر پھر بھی کوئی غیر مقلد یہ کہے کہ نہیں یہ حدیث بیک وقت دی گئی تین طلاقوں سے ایک طلاق کے واقع ہونے کی دلیل ہے تو انہیں جواب دیا جائے گا کہ ''صحیح مسلم کی روایت غیر صحیح ہے''۔

پہلی وجہ:

یہ روایت قرآن اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہے کیونکہ: قرآن مجید سے ثابت ہے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں نافذ ہو جاتی ہیں۔ ''صحیح بخاری'' اور ''صحیح مسلم'' کی متفق علیہ حضرت عویمر کی حدیث جسے صحاح ستہ کے دیگر ائمہ نے بھی روایت کیا ہے اس کے علاوہ دیگر احادیث صحیحہ اور صحابہ و تابعین کے فتاویٰ سے ثابت ہے کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقیں نافذ ہو جاتی ہیں۔

اور ''صحیح مسلم'' کی حضرت ابن عباس سے روایت چونکہ قرآن و احادیث صحیحہ اور صحابہ کے فتاویٰ کی صراحت کے خلاف ہے اس لیے یہ روایت شاذ اور معلل ہے اور قابل استدلال نہیں ہے۔

امام ابوسلیمان احمد بن محمد خطابی بُستی متوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں: مجھے حسن بن یحییٰ نے ابن المنذر سے حدیث بیان کی اور اس حدیث کو روایت کیا پھر ابن عبدالحکم سے' وہ ابن وھب سے' وہ سفیان ثوری سے' وہ عمرو بن مرہ سے' وہ سعید بن جبیر سے وہ حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے اس شخص سے فرمایا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں کہ وہ تجھ پر حرام ہوگئی' ابن منذر نے فرمایا یہ جائز نہیں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق یہ گمان کیا جائے کہ وہ نبی ﷺ سے کسی شئے کو یاد کریں اور فتویٰ اس کے خلاف دیں۔

(معالم السنن شرح سنن ابی داؤد ج ۲، الجزء ۳، کتاب الطلاق، باب نسخ المراجعۃ الخ، ص ۲۰۵-۲۰۴، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

شارح صحیح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۲۵۲ھ لکھتے ہیں ''یہ روایت شاذ ہے پس تحقیق بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کے وقوع کی روایات بیان کیں پھر ابن منذر سے نقل کیا کہ حضرت ابن عباس کے متعلق یہ گمان نہیں کیا جا سکتا کہ وہ نبی کریم ﷺ سے کوئی بات یاد کریں اور فتویٰ اس کے خلاف دیں، پس ترجیح کی طرف لوٹنا متعین ہوگا اور ایک قول سے بہتر اکثر کے اقوال کو لینا ہے جبکہ اس ایک نے اکثر کی مخالفت کی ہو اور ابن عربی نے کہا: اس حدیث کی صحت میں اختلاف ہے تو ایسی حدیث کو اجماع صحابہ پر مقدم کیسے کیا جا سکتا ہے؟ اور فرماتے ہیں: حالانکہ یہ امام نسائی کی روایت کردہ محمود بن لبید کی حدیث کے معارض ہے جس میں تصریح ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دیں تو نبی ﷺ نے رد نہیں فرمایا بلکہ تین طلاقوں کو نافذ فرمایا۔''

(فتح الباری ج ۱۲، الجزء ۹، القسم الثانی، کتاب الطلاق، باب ۴ من جوز الطلاق الثلاث ص ۴۵۵، الحدیث ۲۵۶۱، دارالکتب العلمیہ بیروت)

دوسری وجہ:

مدرس حرم مکی شیخ احمد بن احمد مختار جکنی شنقیطی لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی اس حدیث کے جوابات میں سے ایک جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے سیاق کا ظاہر اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اسے اجل و معظم لوگ روایت کرتے' اس مسئلہ کی مثل مسائل میں عادت یہ ہے کہ حکم پھیل جائے اور منتشر ہو جائے اور یہاں حالت یہ ہے کہ اس حدیث کو روایت کرنے میں ایک راوی سے ایک منفرد ہے' اور یہ بات معلوم ہے کہ اصول میں ثابت ہے کہ خبر واحد کی جب یہ حالت ہو کہ اس کے نقل کرنے کے دواعی کثرت سے ہوں پھر بھی اسے ایک کے سوا دوسرا نقل نہ کرے تو یہ بات اس روایت کی عدم صحت پر دلالت کرتی ہے۔

اور ''جمع الجوامع'' میں اس پر عطف کرتے ہوئے کہا کہ جس میں روایت کی عدم صحت پر جزم کیا جاتا ہے وہ اس معاملہ میں ایک کا نقل کرنا ہے (یعنی خبر واحد) جس معاملہ کی نقل کے دواعی متوافر ہوں (یعنی جب معاملہ ایسا ہو جس میں حکم کے بیان کرنے کے دواعی بہت زیادہ ہوں اس معاملہ میں حکم کو صرف ایک دو روایت کریں تو یہ اس خبر کے صحیح نہ ہونے کی دلیل ہوا کرتی ہے اور یہ خبر بھی انہی میں سے ایک ہے۔

اور اسی وجہ سے امام قرطبی نے ''المفہم'' میں فرمایا: یہ وہ وجہ ہے جو اس روایت (یعنی طاؤس کی حضرت ابن عباس سے روایت) کے ظاہر پر عمل کرنے سے رکنے کا تقاضا کرتی ہے اگرچہ قطعی طور پر اس کے بطلان کا تقاضا نہیں کرتی۔

(مواہب الجلیل من ادلۃ الجلیل، ج ۳، کتاب النکاح، ص ۷۶، المکتبہ العلمیہ بیروت)

تیسری وجہ:

راوی کے عمل یا فتویٰ کا اس کی روایت کے خلاف ہونا: اس روایت کے شاذ و معلل

ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما خود فتویٰ دیا کرتے تھے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں جیسا کہ حضرت ابن عباس کے متعدد فتاویٰ سے ظاہر ہے جو کہ ذکر کیے گئے ہیں لہٰذا حضرت ابن عباس کی یہ روایت ان کے فتاویٰ کے خلاف ہے۔

شارح صحیح مسلم امام ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم قرطبی متوفی ۶۵۶ ھ فرماتے ہیں اگر ہم تسلیم کر لیں یہ حدیث مرفوع ہے تب بھی یہ حدیث حجت نہیں' کیوں کہ حضرت ابن عباس حدیث کے راوی ہیں اور انہوں نے اپنے عمل اور فتاویٰ سے اس روایت کی مخالفت کی ہے اور آپ کا اس طرح کرنا اس ناسخ پر دال ہے جو ان کے نزدیک ثابت ہے یا شرعی مانع ہے جس نے انہیں اس پر عمل کرنے سے روک دیا اور حضرت ابن عباس کی علمی جلالت' ورع و حفظ کی بنا پر ان سے یہ متصور نہیں کہ جس سے وہ روایت بیان کریں جان بوجھ کر یا غلطی سے اس پر عمل ترک کریں۔

(ب۔ المفہم' ج ۴، کتاب الطلاق، باب امضاء الطلاق الثلاث ص ۲۴۰، الحدیث ۱۵۴۱، دار ابن کثیر بیروت)

امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ ھ لکھتے ہیں یہ حدیث ان احادیث میں سے ہے جن میں امام بخاری اور امام مسلم کا اختلاف ہے' امام مسلم نے اس کو روایت کیا ہے اور امام بخاری نے اس کو ترک کر دیا اور میرا گمان ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو اس لیے ترک کیا کہ یہ حدیث حضرت ابن عباس کی باقی روایات کے مخالف ہے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷، کتاب الخلع والطلاق، باب ۱۵ من جعل الثلاث واحدۃ الخ ص ۵۵۱، الحدیث ۱۴۹۷۴، دار الکتب العلمیہ بیروت)

''تحقیق عبد القادر عطا علی السنن الکبریٰ'' میں ہے امام ذہبی نے ''الکاشف'' میں فرمایا امام نسائی نے کہا ابو الصہبا ضعیف ہے اسی بنا پر یہ احتمال ہے کہ امام بخاری نے ابو الصہبا کی

وجہ سے اس حدیث کو ترک کر دیا۔

(تحقیق عبد القادر عطا علی السنن الکبریٰ، ج ۷، کتاب الخلع والطلاق، باب ۱۵ من جعل الثلاث واحدۃ الخ ص ۵۵، الحدیث ۱۴۹۷۴، دار الکتب العلمیہ بیروت)

جب صحابی کا عمل یا فتویٰ اس کی روایت کے خلاف ہو تو اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس روایت کی نسبت صحابی کی طرف صحیح نہیں یا پھر اس روایت میں کوئی تاویل ہے چنانچہ علامہ عبد العزیز پرہاروی متوفی ۱۲۳۹ھ لکھتے ہیں: راوی کا عمل جب حدیث کے خلاف ہو تو اس حدیث کی صحت میں طعن کا موجب ہے اس حدیث کے منسوخ ہونے پر دلیل ہے یا پھر اس حدیث میں تاویل ہے اور اس کا ظاہری معنی مراد نہیں۔

(النبراس شرح العقائد، معرفۃ احوال الادلۃ، ص ۲۳، نعمانی کتب خانہ کابل افغانستان)

طاؤس کی یہ رایت اس کا وہم ہے یا غلطی: حضرت ابن عباس سے مذکورہ روایت ایسی ہے جسے اگر درست تسلیم کرلیا جائے تو راوی کے عمل وفتویٰ کا اس کی روایت کے خلاف ہونا لازم آتا ہے لہٰذا اقوی ترین بات یہ ہے کہ یہ طاؤس کا وہم ہے۔

امام ابو العباس احمد قرطبی متوفی ۶۵۶ھ نے لکھا کہ ابو عمر بن عبد البر نے ایک کلمہ سے تین طلاق کے لزوم کے متعدد فتاویٰ حضرت ابن عباس سے نقل کرنے کے بعد فرمایا: حضرت ابن عباس کے لائق نہیں کہ وہ اپنی رائے سے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کریں اور طاؤس کی روایت وہم ہے، غلط ہے۔

(المفہم ج ۴، کتاب الطلاق، باب ۱۳ امضاء الطلاق الثلاث، ص ۲۴۰ الحدیث ۱۵۴۱، دار ابن کثیر بیروت)

شارح صحیح بخاری علامہ ابو الحسن علی بن خلف لکھتے ہیں ائمہ نے حضرت ابن عباس سے جو جماعت صحابہ کے موافق روایت کیا ہے وہ روایت طاؤس کے وہم ہونے کی دلیل ہے حضرت ابن عباس اپنی رائے سے صحابہ کرام کی مخالفت نہیں کر سکتے۔

(شرح البخاری لابن بطال، ج ۷، کتاب الطلاق، باب ۱۵ من اجاز الطلاق الثلاث، ص ۳۹۲، مکتبہ الرشید الریاض)

"تحقیق عبد القادر عطا" میں ہے صاحب استذکار نے ذکر کیا یہ روایت وہم اور غلط ہے۔

(تحقیق عبد القادر عطا علی السنن الکبریٰ، ج ۷، کتاب الخلع والطلاق، باب ۱۵ من جعل الثلاث واحدۃ الخ۔ ص ۵۵۱، الحدیث ۱۴۹۷۴، دار الکتب العلمیہ بیروت)

طاؤس کی روایت کے وہم وغلط ہونے پر واضح قرینہ یہ ہے کہ خود طاؤس کا فتویٰ بھی اپنی روایت کے خلاف ہے۔ طاؤس یہ کہا کرتے اگر شوہر اپنی غیر مدخول بہا بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں تین لفظوں کے ساتھ (یعنی جدا جدا) دے دے تو ایک واقع ہوگی اس کی وجہ وہی ہے جو پہلے بیان کی گئی کہ غیر مدخول بہا ایک طلاق سے بائن ہو جاتی ہے اور محل طلاق نہیں رہتی کہ دوسری اور تیسری طلاق واقع ہو سکے۔ طاؤس مدخول بہا کو دی گئی تین طلاقوں کو ایک قرار نہیں دیتے چنانچہ امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں: **عن ليث عن طائوس و عطاء انهما قالا: اذا طلق الرجل امراته ثلاثا قبل ان يدخل بها فهي واحدة.**

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۴، کتاب الطلاق، باب ۲۰، ما قالوا اذا طلق امراتہ الخ۔ ص ۲۱، الحدیث: ۸، دار الفکر بیروت)

یعنی لیث بیان کرتے ہیں کہ طاؤس اور عطاء دونوں نے کہا جب کوئی شخص اپنی بیوی کو مقاربت سے قبل تین طلاقیں الگ الگ دے دے تو وہ ایک ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ طاؤس مطلقاً تین طلاقوں کو ایک نہیں کہتے اس لیے طاؤس کی وہ روایت جسے امام مسلم نے روایت کیا وہم سے خالی نہیں۔ اب ملاحظہ ہو وہم طاؤس پر واضح دلیل۔

کتب احادیث میں ہے کہ طاؤس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس فتویٰ کا علم ہوا کہ آپ تین طلاقوں کو تین قرار دیتے ہیں تو انہیں بڑا تعجب ہوا چنانچہ امام ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ معمر سے اور وہ ایوب سے روایت کرتے ہیں، ایوب

نے فرمایا: حکم بن عتبہ مکہ مکرمہ میں امام زہری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میں بھی ان کے ساتھ تھا' پھر امام زہری سے اس باکرہ کا مسئلہ پوچھا جسے تین طلاقیں دے دی گئی ہوں؟ تو امام زہری نے فرمایا کہ یہی سوال حضرت ابن عباس' ابوہریرہ اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے پوچھا گیا: فکلھم قال: لا تحل له حتیٰ تنکح زوجاً غیرہ تو سب نے متفقہ طور پر یہی جواب ارشاد فرمایا کہ وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔

راوی ایوب فرماتے ہیں پھر حکم بن عتبہ وہاں سے نکلے اور میں بھی ان کے ساتھ تھا اور وہ طاؤس کے پاس آئے جب کہ وہ مسجد میں تھے تو ان سے اسی مسئلہ میں حضرت ابن عباس کا قول دریافت کیا تو انہوں نے حکم کو حضرت ابن عباس کا قول بتایا تو حکم نے طاؤس کو امام زہری کا قول بتایا۔ راوی (ایوب) فرماتے ہیں میں نے طاؤس کو دیکھا کہ وہ (تینوں صحابہ کا متفقہ قول سن کر) متعجب ہوئے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کیا اور فرمایا بخدا (پہلے) ابن عباس رضی اللہ عنہما اسے ایک قرار دیا کرتے تھے۔

(المصنف لعبدالرزاق ج ۶، کتاب الطلاق، باب ۱۷، طلاق البکر ص ۲۶۳' الحدیث: ۱۱۱۲۲، دارالکتب العلمیہ بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ طاؤس کو حضرت ابن عباس کے حوالے سے پہلے غلط فہمی تھی تبھی تو انہوں نے حضرت ابن عباس' ابوہریرہ اور ابن عمرو رضی اللہ عنہم کے فتویٰ کو سن کر اظہار تعجب کیا۔ اور یہ نہیں ہوسکتا کہ طاؤس کو حضرت ابن عباس اور دیگر صحابہ کا صحیح موقف معلوم ہوجائے پھر بھی وہ ان کا غیر صحیح موقف بیان کرتے رہیں لہٰذا صحیح مسلم کی روایت وہم سے خالی نہیں ہے۔

کسی صحیح حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہو کہ تین طلاقوں کو ایک قرار دیا جائے۔ اور اگر "صحیح مسلم" کی مذکور روایت پیش کی جائے تو اس کے بارے میں عرض یہ

ہے کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس میں آپ ﷺ کے کسی فرمان کا ذکر نہیں ہے۔ دوسری بات یہ کہ اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ روایت ثابت اور صحیح نہیں ہے طاؤس کا وہم ہے خود غیر مقلدوں کے مشہور عالم قاضی شوکانی نے اس کا اعتراف کیا ہے کہ امام احمد بن حنبل نے فرمایا حضرت ابن عباس کے تمام شاگردوں نے حضرت ابن عباس سے طاؤس کے برخلاف روایت کیا ہے۔ سعید بن جبیر' مجاہد اور نافع نے حضرت ابن عباس سے اس کے برخلاف روایت کیا ہے۔

(نیل الاوطار کتاب الطلاق باب ماجاء فی طلاق البتۃ وجمع الثلاث الخ ص ۱۲۲۸، دارالکتاب العربی بیروت)

اور پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسی جلیل القدر ہستی پر عہد رسالت کے معمول کی مخالفت کا الزام اور تمام صحابہ پر تہمت لگانے سے کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ ایک معقول وجہ طاؤس کے وہم کی بنیاد پر اس روایت سے استدلال کو ترک کردیا جائے۔

ہمارا اس روایت کے بارے میں ایک دعویٰ یہ ہے کہ یہ حدیث مضطرب ہے کیونکہ اس حدیث کے غیر صحیح اور غیر معتبر ہونے کی ایک اور وجہ یہ بھی ہے جیسا کہ شارح صحیح مسلم امام ابوالعباس احمد بن عمر قرطبی متوفی ۶۵۶ھ اور ان کے حوالے سے شارح صحیح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں "یہ حدیث مضطرب ہے اضطراب اس حدیث کے راوی ابوالصہبا سے بھی ہے اور طاؤس سے بھی اور کثرت اختلاف و کثرت تناقص سے ثقاہت اٹھ جاتی ہے الخ۔"

(i- المفہم، ج ۴، کتاب الطلاق، باب امضاء الطلاق الثلاث الخ، ص ۲۴۱، رقم الحدیث ۱۵۴۱، دار ابن کثیر بیروت
ii- فتح الباری، ج ۱۲، جزء ۹، کتاب الطلاق، باب من جوز الطلاق الثلاث، ص ۴۵۶، رقم الحدیث ۵۲۶۱، دارالکتب العلمیہ بیروت)

ہمارا اس روایت کے بارے یہ بھی دعویٰ ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے: امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی 321ھ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جن لوگوں سے خطاب

فرمایا یہ وہ لوگ تھے عہد رسالت میں جو مسئلہ گزر چکا تھا اس سے بخوبی واقف تھے۔ ان میں سے کسی نے انکار نہ کیا اور نہ ہی کسی نے اس کو کسی دلیل سے باطل کیا تو یہ اس کے (یعنی بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو ایک سمجھنے کے) منسوخ ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہوگئی۔

(شرح المعانی لآثار، ج ۲، الجزء ۳، کتاب الطلاق، باب ۲، الرجل طلق امرأتہ ثلاثا ص ۵۶، الحدیث ۴۴۶۵، عالم الکتب بیروت)

شارح صحیح بخاری علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ امام طحاوی کی مذکورہ بالا عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں اگر تم کہو حدیث کے منسوخ ہونے کی کیا وجہ ہے؟ حالانکہ حضرت عمر منسوخ نہیں کر سکتے اور نبی ﷺ کے بعد کوئی چیز کیسے منسوخ ہو سکتی؟ تو جواب یہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا تو کسی صحابی سے انکار واقع نہ ہونے سے یہ مسئلہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماعی ہوگیا اور صحابہ کرام کا اجماع حجت ہونے میں خبر مشہور سے بھی زیادہ قوی ہے اگر تو کہے نسخ پر اجماع ان کی اپنی طرف سے ہے تو جواب یہ ہے کہ ممکن ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے کوئی ایسی نص ظاہر ہوئی ہو جس نے نسخ کو واجب کیا ہو اور وہ نص ہماری طرف نقل نہ کی گئی ہو اس لیے کہ امام طحاوی نے حضرت ابن عباس سے بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کی جو حدیثیں روایت کی ہیں وہ اس حدیث (یعنی ابو الصہبا کی روایت) کے منسوخ ہونے کی شہادت دیتی ہیں۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، ج ۱۴، کتاب الطلاق، باب ۴ من اجاز الطلاق الثلاث ص ۲۳۶، دار الفکر بیروت)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی ۱۲۵۵ھ لکھتے ہیں حضرت ابن عباس سے (بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کے وقوع کی) جو روایات ذکر کی جاتی ہیں یہ اس امر کی دلیل ہے کہ ابو الصہباء والی روایت منسوخ ہے کیوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے تین طلاقوں کا حکم جاری فرمانا اور اس پر عمل درآمد ہونا ان کے نزدیک ثبوت ناسخ

پر دلالت کرتا ہے۔ اگرچہ یہ مسئلہ حضرت ابوبکر رضی عنہ کے دور خلافت میں پوشیدہ رہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو روایات کی ہیں خود اس کے خلاف ان کا فتویٰ صحیح طور پر ثابت ہے۔ (تفسیر مظہری ج ۱، سورۃ البقرہ ص ۳۰۲، بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ)

اور شارح مسلم امام ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں اگر یہ کہا جائے کہ صحابہ جس حدیث کے منسوخ ہونے پر جمع ہو جائیں تو ان سے قبول نہیں کیا جائے گا۔ ہم کہتے ہیں وہی قبول کیا جائے گا اس لیے کہ ان کا اجماع ہی حدیث کے منسوخ ہونے کی دلیل ہے۔ اور یہ خیال کرنا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی طرف سے ہی بغیر کسی قوی دلیل کے حدیث کو منسوخ کرتے تھے تو معاذ اللہ (اللہ کی پناہ) کیوں کہ وہ اس سے معصوم ہیں کہ ان کا اجماع خطاء پر ہو۔

(شرح مسلم للنووی، ج ۵، الجزء ۱۰، کتاب الطلاق، باب ۲، طلاق الثلاث، ص ۶۱، الحدیث ۱۶-۱۵، دار الکتب العلمیہ بیروت)

شیخ احمد بن احمد مختار جکنی شنقیطی لکھتے ہیں: امام مسلم کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث طاؤس کے علماء کرام نے جو جوابات دیئے ان میں سے ایک جواب یہ ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے اور بعض صحابہ نسخ پر مطلع نہ ہوئے مگر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں (یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں وہ اس نسخ پر مطلع ہوئے)۔

اور اس حدیث کے لیے نسخ کے دعویٰ میں کوئی اشکال نہیں اور اس سے بڑی دلیل نہیں کہ صحابہ کرام نے اس پر اجماع کیا، صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اجماع اس کی دلیل ہے وہ ناسخ پر مطلع ہوئے جن کو وہ نہ جانتے تھے پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دادی کی میراث کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی قضاء نہ پہنچی یہاں تک کہ انہیں حضرت مغیرہ بن شعبہ اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جنین کی دیت

کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی قضاء کا علم نہ تھا یہاں تک کہ انہیں ان دونوں نے خبر دی اور انہیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے ''ہجر'' کے مجوسیوں سے جزیہ لیا اور اس کا ان کے پاس علم نہ تھا یہ کثیر واقعات میں سے چند ہیں (جو بطور نمونہ مشتے از خروارے ہے)۔

تین طلاقوں کے بعد رجوع کے منسوخ ہونے پر مخالف کا تعجب ختم کیوں نہ ہوا، اس دعویٰ سے کہ نسخ خلافتِ عمر کے ابتدائی سالوں کے بعد ظاہر ہوا اور یہ اس وقت ہوا جب ان میں سے کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا (بلکہ یہ) اس کا اقرار ہے کہ نکاح متعہ میں بھی اس کی مثل وارد ہے، پس بے شک امام مسلم نے اپنی ''صحیح'' میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ متعہ عہد نبی ﷺ اور عہد ابی بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے ابتدائی ایام میں کیا جاتا تھا، حضرت جابر نے فرمایا: ''پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں اس سے روک دیا پس ہم رک گئے۔''

ہمارے شیخ نے ''الاضواء'' میں فرمایا کہ یہ (یعنی متعہ کا معاملہ) بالکل اسی کی مثل ہے جو طلاق ثلاثہ میں واقع ہوا ایک عجیب بات ہے کہ (بزعم خود) انصاف پسند دونوں (یعنی تین طلاقوں کے رجوع کے منسوخ ہونے اور جواز متعہ کے کُلی منسوخ ہونے) میں سے ایک میں امکانِ نسخ قبول کرلے اور دوسرے میں نسخ کے محال ہونے کا دعویٰ کرے باوجود اس کے کہ امام مسلم نے دونوں کو جلیل القدر صحابی سے روایت کیا کہ یہ امر زمانہ نبوی وابی بکرو خلافت عمر کے ابتدائی سالوں میں کیا جاتا تھا یہ اس مسئلہ میں ہے جس کا تعلق خروج سے ہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو متغیر کردیا ہمارے شیخ فرماتے ہیں جو متعہ کے نسخ کو جائز قرار دے اور تین طلاقوں کو ایک قرار دینے کے منسوخ ہونے کو محال جانے تو اسے کہا جائے گا کیا ہے کہ تیرا بائع (بیچنے والا) تجارت کرے اور میرا بائع تجارت نہ کرے' (میٹھا میٹھا

ہڑپ، کڑوا کڑوا تھو) اگر کہے کہ متعہ کے نسخ کی نص صحت کے ساتھ ثابت ہے تو ہم کہیں گے تم نے تین طلاق دے دینے کے بعد مراجعت کے منسوخ ہونے کی روایات دیکھی ہیں اھ۔ (یعنی وہ بھی صحت کے ساتھ ثابت ہیں)

میں کہتا ہوں تین طلاق دے دینے کے بعد رجعت کے منسوخ ہونے پر سب سے زیادہ دلالت کرنے والی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی اس زمانے میں کثرت تھی، انہوں نے اپنے وافر علم، دین پر غیرت، شدت تقویٰ کے باوجود بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کے وقوع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انکار نہیں کیا، وہ تو اللہ تعالیٰ کے دین کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے بلکہ یہی قول ان کی کثرت سے ثابت ہے، جیسے حضرت ابن عباس، عمر، ابن عمر اور بے شمار (صحابہ وتابعین) ملخصاً۔

(مواہب الجلیل من ادلۃ الخلیل ج ۳، کتاب النکاح، ص ۷۴-۷۵، المکتبۃ العلمیہ بیروت)

مدرس حرم مکی شیخ احمد بن احمد مختار جکنی شنقیطی مزید لکھتے ہیں کہ ہمارے شیخ نے فرمایا کہ وہ ناسخ جس نے تین طلاقیں دے دینے کے بعد رجوع کو منسوخ کردیا، بعض علماء نے فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ''الطلاق مرتان'' جیسا کہ غیر محل میں مبنی آیا ہے اور اس ناسخ کی مثل ناسخ کو کثیر لوگوں کا خلافت فاروقی تک نہ جاننے کو نہ عقلاً کوئی مانع ہے اور نہ عادتاً جیسا کہ جواز متعہ کے نسخ کو خلافت فاروقی تک کثیر لوگوں نے نہ جانا، باوجود اس کے کہ نبی ﷺ نے اس کے منسوخ ہونے اور قیامت تک حرام ہونے کی تصریح فتح مکہ اور خطبہ حجۃ الوداع میں فرمائی جیسا کہ ''صحیح مسلم'' کی روایت میں آیا۔

(مواہب الجلیل من ادلۃ الخلیل، ج ۳، کتاب النکاح، ص ۷۵-۷۶، المکتبۃ العلمیہ بیروت)

اگر کوئی یہ کہے کہ اس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے سے منسوخ کیا ہے تو شارح صحیح مسلم امام حافظ ابوالفضل عیاض بن موسیٰ متوفی ۵۴۲ھ (اکمال المعلم، ج ۵،

کتاب الطلاق، باب ۲، طلاق الثلاث، ص ۲۰، الحدیث: ۱۵-۱۶-۱۷ (۱۴۷۲) دار الوفاء بیروت) علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ (شرح مسلم للنووی، ج ۵، الجزء ۱۰، کتاب الطلاق، باب ۲، طلاق الثلاث، ص ۶۱، الحدیث: ۱۵-۱۶ (۱۴۷۲) دار الکتب العلمیہ بیروت) اور شارح صحیح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ (فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج ۱۲، الجزء ۹، القسم الثانی، کتاب الطلاق، باب ۴، من جوز الطلاق الثلاث، ص ۴۵۵، الحدیث ۵۲۶۱، دار الکتب العلمیہ بیروت) فرماتے ہیں: یہ نہایت غلط اور قبیح گمان ہے کیوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی رائے سے کبھی بھی منسوخ نہیں کر سکتے تھے۔ اگر وہ اس طرح کرتے حالانکہ ان کی ذات اس تہمت سے بری ہے تو صحابہ کرام بھی اس کے انکار کی طرف سبقت کرتے۔

ایک غلط فہمی کا حل

ہم یہاں ایک غلط فہمی کا حل بھی کر دیتے ہیں کہ امام شافعی فرماتے ہیں: اگر یہ کہا جائے کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایک شئے تھی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے وہی بات کہہ دی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کی تو اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نکاح متعہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مخالفت کرتے تھے اور ایک دینار کو دو دیناروں کے بدلے فروخت کرنے میں اور امہات اولاد کی بیع کے معاملے وغیرہ میں مخالفت کرتے تھے تو وہی ابن عباس رضی اللہ عنہما ایسے امر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت کیسے کر سکتے ہیں؟ جس امر کے خلاف نبی ﷺ سے مروی ہو۔ (مواہب الجلیل، ۳/۷۴) یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مصلحت کا شکار نہ ہوئے بلکہ حقیقت ہی اس طرح تھی۔

تو معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کا تین طلاقوں کو ایک قرار دینا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

سے مروی نہیں اگر مروی ہے تو ان کے نزدیک بھی منسوخ ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ اس امر میں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مخالفت ضرور کرتے حالانکہ آپ فتویٰ تین طلاقوں کے وقوع کا ہی دیا کرتے تھے جو اس بات کی دلیل ہے کہ آپ اس امر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خلاف کرنے والے نہ تھے۔ ہمارا یہ بھی دعویٰ ہے کہ فنی لحاظ سے یہ حدیث حجت نہیں ہے کیونکہ "تحقیق عبد القادر عطا" میں ہے اگر یہ روایت حضرت ابن عباس سے مروی ہو تب بھی ان صحابہ پر حجت نہیں جو حضرت ابن عباس سے بڑے اور ان سے زیادہ علم والے ہیں (کیوں کہ ان کے نزدیک بیک وقت دی گئی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں) اور وہ حضرت عمر، عثمان، علی، ابن مسعود اور ابن عمر وغیر ہم رضی اللہ عنہم ہیں۔

(تحقیق عبد القادر عطا علی السنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۷، کتاب الخلع والطلاق، باب ۱۵، من جعل الثلاث واحدۃ الخ۔ ص ۵۵۱، الحدیث ۱۴۹۷۴، دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس روایت کو علماء نے قبول نہیں کیا: حافظ علاؤ الدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمانی متوفی ۷۴۵ھ لکھتے ہیں کہ علامہ ابن عبد البر نے فرمایا کہ طاؤس کی یہ روایت وہم اور غلط ہے۔ علماء میں سے کسی نے اس کو قبول نہیں کیا۔ حضرت ابن عباس سے طاؤس کی یہ روایت اس لیے صحیح نہیں کہ ثقہ راویوں نے حضرت ابن عباس سے اس کے خلاف روایت کیا ہے۔

(الجوہر النقی علی ہامش السنن الکبریٰ للبیہقی، جلد ۷، ص ۳۳۷-۳۳۸، نشر السنۃ، ملتان)

مدرس حرم مکی شیخ احمد بن احمد مختار جکنی شنقیطی لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کے کئی جوابات دیئے گئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے طاؤس کی روایت اس کے مخالف ہے جو حضرت ابن عباس کے اصحاب حفاظ نے آپ سے روایت کیا ہے پس تحقیق بیک دی گئی تین طلاقوں کے لازم ہونے کو حضرت ابن عباس سے (آپ کے شاگرد) حضرت سعید بن جبیر، عطا بن ابی رباح، مجاہد

عکرمہ، عمرو بن دینار، مالک بن الحارث، محمد بن ایاس بن الکبیر اور معاویہ ابن ابی عیاش انصاری نے روایت کیا جیسا کہ اسے امام بیہقی نے "السنن الکبریٰ" میں اور امام قرطبی وغیرہما نے نقل کیا۔امام بیہقی نے فرمایا کہ امام بخاری نے اس حدیث کو اس لیے روایت نہیں کیا کہ یہ ان حضرات کی حضرت ابن عباس سے روایت ہے اور اثر میں فرماتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ سے حدیث ابن عباس کہ "رسول اللہ ﷺ کے ظاہری زمانہ مبارکہ اور عہد ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما میں تین طلاقیں ایک طلاق تھی" کے بارے میں پوچھا کہ اس (روایت پر عمل کو کس چیز کے ساتھ ترک کرو گے؟ فرمایا: لوگوں کی حضرت ابن عباس سے مذکورہ روایت کے خلاف روایت سے۔

(مواہب الجلیل من ادلۃ الجلیل، ج ۳، کتاب النکاح، ص ۶۷، دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت طاؤس کی روایت کا صحیح محمل

ہم حضرت طاؤس کی روایت کا صحیح محمل آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔سو اس محمل صحیح کے چند احتمالات ہیں۔

پہلا احتمال:

اگر اس حدیث کو منسوخ نہ مانا جائے تو یہ حدیث غیر مدخول بہا (یعنی وہ عورت جس سے نکاح کے بعد مقاربت یا خلوت صحیحہ نہ ہوئی ہو) کے بارے میں ہے چنانچہ امام ابوداؤد سلیمان ابن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں ابوالصہباء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو مقاربت سے قبل تین طلاقیں دے دیتا تو عہد رسالت، عہد صدیق اور عہد فاروقی کے شروع زمانے میں ان تین طلاقوں کو ایک ہی قرار دیا جاتا تھا: **قال ابن عباس: بلی کان الرجل اذا طلق امراتہ ثلاثا قبل ان یدخل بھا جعلوھا واحدۃ علی عھد رسول اللہ ﷺ و**

ابی بکر و صدر امن امارۃ عمر.

(سنن ابی داؤد، ج ۲، کتاب الطلاق، باب ۱۰، نسخ المراجعۃ بعد التطلیقات الثلاث، ص ۴۵۰، الحدیث: ۲۱۹۹، دار ابن حزم بیروت)

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہاں! جب کوئی شخص اپنی بیوی کی مقاربت سے قبل تین طلاقیں دیتا تو رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں حضرت ابوبکر کے دور خلافت میں اور حضرت عمر کی خلافت کے شروع میں تین کو ایک قرار دیتے تھے۔

اس حدیث شریف نے "مسلم شریف" کی حدیث کی وضاحت و شرح کردی کہ جب غیر مدخول بہا کو اس طرح طلاق دی جاتی تھی تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے تو اس صورت میں ایک طلاق قرار دی جاتی تھی۔ اس لیے کہ وہ پہلی طلاق سے نکاح سے باہر ہو جاتی۔ جب نکاح ہی نہ رہتا تو بقیہ طلاقیں کس پر پڑتیں۔ یہ حکم آج بھی جاری ہے ہاں اگر تین طلاقیں اس طرح دی جائیں تجھے تین طلاقیں ہیں تو غیر مدخول بہا پر بھی تینوں ہی واقع ہو جائیں گی جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تینوں کے نفاذ کا حکم فرمایا۔

تو طاؤس کی یہ روایت اس غیر مدخول بہا (یعنی وہ عورت جس سے نکاح کے بعد ہم بستری یا خلوت صحیحہ نہ ہوئی ہو) کے بارے میں ہے جسے تین طلاقیں جُدا جُدا دی گئی ہوں تو وہ عورت پہلی طلاق سے ہی بائن ہو جاتی ہے اور باقی دو لغو ہو جاتی ہیں اسکی دلیل یہ ہے کہ امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ کی پہلے بیان کردہ روایت کے باب کا عنوان یہ بنایا کہ: **باب طلاق الثلاث المتفرقة قبل الدخول بالزوجة.**

(السنن الکبریٰ للنسائی، ج ۳، کتاب الطلاق، باب ۹، طلاق الثلاث المتفرقۃ الخ، ص ۳۵۱، الحدیث ۵۵۹۹/۱، دار الکتب العلمیہ بیروت)

یعنی بیوی کو مقاربت سے قبل متفرق طور پر تین طلاقیں دینے کا بیان۔

اور شارح صحیح مسلم امام قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں "امام

ابوداؤد کی ابوالصہباء سے روایت غیر مدخول بہا کے بارے میں ہے یہ تابعین اور حضرت ابن عباس کے تلامذہ کی ایک بڑی جماعت کا مذہب ہے اور انہوں نے روایت کیا ہے کہ تین طلاقیں (جبکہ جُدا جُدا دی جائیں) غیر مدخول بہا پر واقع نہیں ہوتیں کیوں کہ وہ غیر مدخول بہا ہونے کی وجہ سے ایک طلاق سے ہی بائن ہو جاتی ہے۔

(اکمال المعلم، ج۵، کتاب الطلاق، باب۲، طلاق الثلاث، ص۲۱، الحدیث ۱۵-۱۶-۱۷، دار الوفاء، بیروت)

شارح صحیح بخاری امام بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں: **فاجاب قوم عن حديث ابن عباس المتقدم انه فی غير مدخول بها.**

(عمدۃ القاری شرح بخاری، ج۱۴، کتاب الطلاق، باب۴، من اجاز الطلاق الثلاث، ص۲۳۶، دار الفکر بیروت)

یعنی، حضرت ابن عباس کی جو حدیث بیان ہو چکی ہے علماء کی ایک جماعت نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ حدیث غیر مدخول بہا عورت کے بارے میں ہے۔

شارح صحیح مسلم امام ابوالعباس احمد بن عمر قرطبی متوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں: ''علماء نے اس حدیث کو غیر مدخول بہا کے بارے میں قرار دیا ہے کیوں کہ وہ (جدا جدا طلاق کے الفاظ کہنے کی صورت میں) ایک طلاق سے بائن ہو جاتی ہے جیسا کہ اس پر حدیث ابی داؤد، دال (دلالت کرتی) ہے۔''

(المفہم، ج۴، کتاب الطلاق، باب۳، امضاء الطلاق الثلاث من کلمۃ، ص۲۴۳، الحدیث: ۱۵۴۱، دار ابن کثیر، بیروت)

اور غیر مقلد مولوی حافظ عبداللہ روپڑی نے لکھا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مسلم والی حدیث کا ظاہر اگرچہ اسی کو چاہتا ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی ہوں لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ اس کے خلاف ہے، وہ تین کو تین ہی کہتے ہیں جیسے ''ابوداؤد'' ۲۹۹ رج۱ اور ''منتقی'' ۲۴۳ وغیرہ میں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ اس کے خلاف ہونا قوی شبہ ڈالتا ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر نہیں، شاید اس سے

غیر موطوءہ (وہ عورت جس سے نکاح کے بعد ہم بستری نہیں ہوئی) مراد ہو جس کو یوں طلاق دی گئی ہو 'انت طالق، انت طالق، انت طالق۔''

(رسالہ ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں، ضمیمہ تنظیم اہلحدیث روپڑ/۳)

اور ''ذخر المحتی من آداب المفتی'' میں غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن بھوپالی نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اصحاب فتاویٰ صحابہ کرام سے لکھا ہے لہٰذا عام مفتی کا فتویٰ رائے محض نہیں بلکہ قرآن وحدیث کی روشنی میں مسئلہ شرعیہ کا بیان ہوتا ہے سو فقیہ وصاحب منصب افتاء صحابی کا مسئلہ شرعی بیان کرنا کئی روایات ونصوص کو سامنے رکھ کر ہی ہو سکتا ہے۔ سو یہ روایت خود قابل عمل نہ رہی۔

دوسرا احتمال:

شارح صحیح بخاری امام شہاب الدین احمد قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں: ''حدیث ابن عباس کے ان الفاظ **کان الطلاق الثلاث واحدة** (تین طلاقیں ایک تھی) سے مراد یہ ہے کہ لوگ عہد رسالت میں ایک طلاق دیا کرتے تھے اور جب عہد فاروقی آیا تو تین طلاقیں دینے لگے حاصل کلام یہ ہے کہ عہد فاروقی میں تین طلاقیں دی جانے لگیں جو اس سے قبل ایک دی جاتی تھی وہ لوگ اصلاً تین طلاق دینے میں جلدی نہیں کرتے تھے اور تین طلاق کا استعمال نادر تھا مگر عہد فاروقی میں تین کا استعمال کثرت سے ہونے لگا اور اس حدیث کے لفظ امضاہ علیہم (اسے ان پر جاری کر دیا) کا معنی یہ ہے کہ اس میں وقوع طلاق کا حکم نافذ فرمایا جو پہلے بھی نافذ تھا۔''

(ارشاد الباری شرح صحیح البخاری، ج۸، کتاب الطلاق، باب من اجاز الطلاق الثلاث، ص۱۳۳، دار الفکر بیروت)

تیسرا احتمال:

اگر اس حدیث کو منسوخ نہ مانا جائے تو اس میں ایک احتمال یہ بھی ہے کہ شارح صحیح

مسلم امام یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ فرماتے ہیں ''عہد رسالت اور خلافت صدیقی میں جو کوئی بغیر نیت تاکید واستیناف (از سرِ نو) کے اپنی بیوی سے کہتا تجھے طلاق، تجھے طلاق، تجھے طلاق تو از سرِ نو کا ارادہ قلیل ہونے کی وجہ سے اس کو غالب یعنی تاکید پر محمول کیا جاتا (ایک طلاق قرار دیا جاتا) مگر زمانہ فاروقی میں لوگ کثرت سے اس طرح تین طلاقیں دینے لگے اور تین کا ارادہ غالب ہوا تو غالب کا اعتبار کرتے ہوئے تین طلاق دینے سے تین طلاقوں کے وقوع کا حکم لگایا گیا۔''

(شرح صحیح مسلم للنووی، ج ۵، الجزء ۱۰، کتاب الطلاق، باب ۲، طلاق الثلاث، ص ۶۱، الحدیث ۱۵-۱۶، دار الکتب العلمیہ بیروت)

شارح صحیح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں یہ حدیث خاص صورت میں وارد ہوئی ابن سریج وغیرہ نے کہا یہ حدیث تکرار لفظ میں وارد ہے جیسے مرد کہے تجھے طلاق، تجھے طلاق، تجھے طلاق پہلے جب لوگوں کے سینے سلامت تھے تو ان سے یہ بات قبول کر لی جاتی کہ انہوں نے تاکید کا ارادہ کیا ہے جب عہد فاروقی میں لوگ زیادہ ہو گئے اور ان میں دھوکہ وغیرہ جیسی باتیں بڑھ گئیں جو قبول تاکید کو مانع ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لفظ کو ظاہر تکرار پر محمول کر دیا اور لوگوں پر جاری کر دیا۔ امام نووی نے فرمایا کہ تمام جوابات میں یہ جواب صحیح تر ہے۔ علامہ قرطبی نے اسی جواب کو پسند فرمایا، اسی بات کی طرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان الفاظ سے اشارہ فرمایا کہ ''لوگوں نے اس امر میں جلدی کی جس میں انہیں رخصت دی گئی تھی۔''

(فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج ۱۲، الجزء ۹، القسم الثانی، کتاب الطلاق، باب ۴، من جوز الطلاق الثلاث، ص ۴۵۶، دار الکتب العلمیہ بیروت)

شارح صحیح مسلم امام یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں ''کہا گیا کہ حضرت ابن عباس کی اس روایت سے مراد یہ ہے کہ زمانہ اول میں معتاد ایک طلاق تھی (یعنی لوگوں

کی عادت ایک طلاق دینے کی تھی) پھر حضرت عمرؓ کے دور میں لوگ تین طلاقیں دینے لگے تو آپ نے تین ہی نافذ فرما دیں۔ اس بناء پر یہ روایت لوگوں کی عادت کے اختلاف کی خبر ہے نہ کہ ایک مسئلے میں تغیر کی خبر۔

(شرح مسلم للنووی، ج ۵، الجزء ۱۰، کتاب ۱۸، الطلاق، باب ۲، طلاق الثلاث، ص ۶۱، الحدیث: ۱۵-۱۶، دار الکتب العلمیہ بیروت)

لہٰذا صورت مسئولہ بدلنے سے یہ حکم بدل گیا جیسے قرآن میں آٹھ مصارف زکوٰۃ بیان ہوئے مؤلفۃ القلوب (کفار مائل با اسلام) کو بھی زکوٰۃ دینے کی اجازت دی گئی مگر زمانہ فاروقی میں صحابہ کرام کا اجماع ہوگیا کہ مصارف زکوٰۃ صرف سات ہیں۔ مؤلفۃ القلوب خارج ہوگا، جب مؤلفۃ القلوب کو زکوٰۃ دینے کی اجازت دی گئی تھی اس وقت مسلمانوں کی جماعت تھوڑی اور کمزور تھی اس لیے کفار کو زکوٰۃ دے کر اسلام کی طرف مائل کیا جاتا۔ اس عہد میں نہ قلت رہی نہ کمزوری۔ لہٰذا ان کو زکوٰۃ دینا بند کر دیا گیا۔ وجہ بدلنے سے حکم بدلا، نسخ نہیں کیا گیا۔ اب تک زید فقیر تھا اسے زکوٰۃ لینے کا حکم دیا گیا اب غنی ہو گیا تو زکوٰۃ دینے کا حکم ہوگیا۔ کپڑا ناپاک تھا اس سے نماز ناجائز قرار دی، اب پاک ہو گیا تو اس سے نماز جائز ہو گئی۔ آج کل خاص طور پر ہمارے بلاد (ملکوں) میں کوئی طلاق کی تاکید کو جانتا تک نہیں ہے۔ تین ہی کی نیت سے تین طلاقیں دیتے ہیں تعجب ہے صورت مسئلہ کچھ اور ہے لوگ کچھ اور لگا دیتے ہیں۔

(تمامہ فی ضمیمہ جاء الحق، حصہ ۱، رسالہ طلاق، ص ۲۶۳، ۲۶۴، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

علامہ عبد الحمید طہماز رقمطراز ہیں کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا تین طلاقوں کے وقوع کا فتویٰ صحت کے ساتھ ثابت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء دین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی اس حدیث سے تمسک سے اعراض کرتے ہیں اور حضرت

ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کی مختلف تاویلیں کی ہیں۔ الخ۔

(الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید' ج ۲' اقسام الطلاق' ص ۱۶۷' دار القلم' دمشق)

اب ہم آپ کے سامنے حضرت رکانہ والی صحیح روایت پیش کرتے ہیں۔ حضرت رکانہ کے واقعہ کو صحیح سند کے ساتھ ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا ہے۔ امام ابو داؤد سلیمان ابن اشعث متوفی ۲۷۵ھ (سنن ابی داؤد' ج ۲' کتاب ۷ الطلاق' باب ۱۴' فی البتۃ' ص ۴۵۵' الحدیث: ۲۲۰۶' دار ابن حزم بیروت) نے اس کو مختلف تین سندوں کے ساتھ بیان کیا ہے اور علامہ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ (جامع المسانید والسنن' ج ۳۲' مسند ابن عباس' ص ۱۱۱' الحدیث: ۲۸۴۵، دار الکتب العلمیہ بیروت) نے ''سنن ابی داؤد'' کے حوالے سے روایت نقل کی ہے اور امام ابوداؤد کے الفاظ یہ ہیں:

ان رکانة بن عبد یزید طلق امراته سهیمیة البتة' فاخبر النبی ﷺ بذلک' قال: والله ما اردت الا واحدة' فقال رسول الله ﷺ: ''والله ما اردت الا واحدة''؟ قال رکانة والله ما اردت الا واحدة' فردها الیه رسول الله ﷺ فطلقها الثانیة فی زمان عمر' والثالثة فی زمان عثمان.

یعنی' بیشک رُکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی سہیمیہ کو طلاق البتہ دی نبی کریم ﷺ کو اس بارے میں بتایا گیا اور حضرت رُکانہ نے قسم کھا کر کہا کہ میرا ایک ہی طلاق کا ارادہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے پھر حلفاً بیان لیا کہ کیا تمہارا ایک ہی طلاق کا ارادہ تھا......؟ تو حضرت رُکانہ نے کہا کہ قسم بخدا میں نے نہیں ارادہ کیا مگر ایک کا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے ان کی بیوی کو ان کی طرف پھیر دیا۔ پھر حضرت رُکانہ نے حضرت عمر کے دورِ خلافت میں دوسری طلاق دی اور حضرت عثمان کے دور میں تیسری طلاق دی۔

امام ابوداؤد نے اسی رُکانہ کی حدیث باب بقیة نسخ المراجعة بعد

التطلیقات الثلاث کے بارے میں لکھا کہ: ان رکانة انما طلق امراته البتة فجعلها النبی ﷺ واحدة. یعنی' بے شک حضرت رُکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دی تو نبی کریم ﷺ نے اس کو ایک قرار دیا۔

(سنن ابی داؤد' ج ۲' کتاب ۷ الطلاق، باب ۱۰' نسخ المراجعۃ بعد التطلیقات' الثلاث ص ۴۴۹' الحدیث ۲۱۹۶' دار ابن حزم بیروت)

طلاق البتہ والی حدیث کی تائید دیگر صحیح روایات سے ہوتی ہے جنہیں امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ نے ''جامع ترمذی'' (جامع الترمذی' ج ۲' ابواب ۱۱' الطلاق واللعان' باب ۲' ماجاء فی الرجل طلق امراتہ البتۃ' ص ۲۳۲' ۲۳۳' الحدیث: ۱۱۷۷' دار الکتب العلمیہ بیروت) میں اور امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ نے ''سنن ابن ماجہ'' (سنن ابن ماجۃ' کتاب ۱۰' الطلاق' باب ۱۹' طلاق البتۃ' ص ۲۵۱' الحدیث ۲۰۵۱' دار الکتب العلمیہ بیروت) میں' امام ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن دارمی متوفی ۲۵۵ھ نے ''سنن دارمی'' (سنن الدارمی' ج ۲' کتاب الطلاق' باب فی الطلاق البتۃ' ص ۱۳۵' دار الکتب العلمیہ بیروت) میں' امام محمد بن حبان بن احمد بُستی متوفی ۳۵۴ھ نے اپنی ''صحیح'' میں اور ان سے امام علاؤ الدین علی بن بلبان فارسی متوفی ۷۳۹ھ ''الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان'' (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان' ج ۴' الجزء ۶' کتاب الطلاق' باب الرجعۃ' ص ۲۳۵' الحدیث: ۴۲۶۶' دار الکتب العلمیہ بیروت) میں' اور حافظ نور الدین علی بن ابی بکر ہیثمی متوفی ۸۰۷ھ نے ''موارد الظمآن'' (موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان' کتاب الطلاق' ص ۳۲۱' دار الکتب العلمیہ بیروت) روایت کیا ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ تین طلاق والی حدیث ''سنن ابی داؤد میں بھی موجود ہے تو پھر یہی بھی مخفی نہیں ہوگا کہ امام ابوداؤد نے تین طلاق کی حدیث ذکر کرنے کے بعد طلاق البتہ والی حدیث بھی ذکر ہے اور اسے ہی اَصح (صحیح تر) قرار دیا ہے۔ اسی طرح امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے بھی دونوں روایتوں میں طلاق البتہ والی روایت کو اَصح

کہا ہے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۷، کتاب الطلاق، باب ۱۵، من جعل الثلاث واحدۃ الخ، ص ۵۵۵، الحدیث: ۱۴۹۸۶، دار الکتب العلمیہ بیروت)

اور امام ابوداؤد لکھتے ہیں: ھذا اصح من حدیث ابن جریج ان رکانۃ طلق امراتہ ثلاثا لانھم اھل بیتہ وھم اعلم بہ.

(سنن ابی داؤد، ج ۲، کتاب ۷، الطلاق، باب ۱۴، فی البتۃ، ص ۴۵۶، الحدیث: ۲۲۰۸، دار ابن حزم بیروت)

یعنی، یہ طلاق البتۃ والی حدیث ابن جریج کی روایت کی بہ نسبت صحیح ہے جس میں ہے کہ حضرت رُکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں کیونکہ طلاق البتۃ والی روایت حضرت رُکانہ کے اہل بیت سے ہے اور وہ اپنے گھر کے واقعات دوسروں کی نسبت زیادہ جاننے والے تھے۔

اور امام ابوسلیمان محمد بن محمد خطابی بُستی متوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں: امام ابوداؤد نے فرمایا یہ روایت اَولیٰ ہے کیونکہ وہ اس شخص کا بیٹا اور اس کے گھر والے ہیں اور وہ اس واقعہ کو دوسروں کی نسبت زیادہ جانتے ہیں۔

(معالم السنن شرح سنن ابی داؤد، ج ۲، الجزء ۳، کتاب الطلاق، باب نسخ المراجعۃ الخ، ص ۲۰۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوداؤد نے طلاق البتۃ کی تینوں احادیث یزید بن رُکانہ سے روایت کی ہیں اسی طرح امام ترمذی اور ابن ماجہ اور دارمی نے بھی انہیں سے روایت کی۔ اس کے برعکس طلاقِ ثلاثہ کی روایت ''مسند امام احمد'' میں ہو یا ''سنن ابوداؤد'' میں وہ ابن جریج سے ہے۔ لہٰذا عین انصاف یہی ہے کہ حضرت رُکانہ کے گھر کا واقعہ وہی درست ہوگا جو ان کے اپنے بیٹے نے بیان کیا اور ان کے برخلاف کوئی دوسرا اگر واقعہ بیان کرے اسے درست قرار نہیں دیا جاسکتا۔

امام ابن ماجہ نے لکھا: سمعت ابا الحسن علی بن محمد الطنافسی یقول: ما

اشرف ھذا الحدیث. (سنن ابن ماجہ، ج ۲، کتاب ۱۰، الطلاق، باب ۱۹، طلاق البتۃ، الحدیث ۲۰۵۱)

یعنی، میں نے سنا کہ ابوالحسن علی بن محمد طنافسی نے فرمایا طلاق البتۃ والی حدیث اَشرف الاسناد ہے۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ حضرت رُکانہ کی تین طلاق دینے والی روایت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: وھذا الاسناد لا تقوم بہ الحجۃ مع ثمانیۃ رووا عن ابن عباس رضی اللہ عنھما فتیاہ یخالف ذلک ومع روایۃ اولاد رکانۃ انہ طلاق رکانۃ کان واحدۃ.

(سنن الکبریٰ، ج ۷، کتاب الخلع والطلاق، باب ۱۵، من جعل الثلاث الخ، ص ۵۵۵، الحدیث ۱۴۹۸۷، دار الکتب العلمیہ بیروت)

یعنی، تین طلاق والی سب روایات ضعیف ہیں ان سے حجت قائم نہیں ہوگی، حضرت ابن عباس کے فتاویٰ کی آٹھ روایات اس کے خلاف ہیں پھر اولادِ رُکانہ سے بھی طلاق البتۃ کی روایت ہے لہٰذا طلاق ثلاثہ والی روایت معتبر نہیں۔ شارح مسلم شیخ الاسلام محی الدین یحییٰ بن شرف النووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

واما الروایۃ التی رواھا المخالفون ان رکانۃ طلق ثلاثا فلعلھا واحدۃ فروایۃ ضعیفۃ عن قوم مجھولین، وانما الصحیح منھا ما قدمنا انہ طلقھا البتۃ، ولفظ البتۃ محتمل للواحدۃ وللثلاث، ولعل صاحب ھذہ الروایۃ الضعیفۃ اعتقد ان لفظ البتۃ یقتضی الثلاث فرواہ بالمعنی الذی فھمہ وغلط فی ذلک.

(شرح صحیح مسلم للنووی، ج ۵، الجزء ۱۰، کتاب الطلاق، باب ۲، طلاق الثلاث، ص ۶۱، الحدیث: ۱۶، دار الکتب العلمیہ بیروت)

یعنی ''بہر حال وہ روایت جس کو مخالفین نے روایت کیا ہے کہ رُکانہ نے تین طلاقیں دی تھیں اور اس کو ایک قرار دیا گیا پس یہ روایت کمزور ہے کیونکہ راوی مجہول (یعنی

غیر معروف) ہیں اور صحیح (روایت) وہ ہے جو ہم نے پہلے لکھی کہ حضرت رُکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق ''البتۃ'' دی تھی۔ اور لفظ ''البتۃ'' میں ایک اور تین کا احتمال ہے۔ شاید روایتِ ضعیفہ کے راوی نے یہ سمجھ لیا کہ لفظ ''البتۃ'' تین پر بولا جاتا ہے۔ پس اپنی سمجھ میں آنے والے معنی کی یہ روایت کردی اور اس میں غلطی کی۔''

اور محقق علی الاطلاق امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں ''رُکانہ کی (تین طلاق والی) حدیث منکر ہے اور صحیح روایت وہ ہے جو ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے کہ رُکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق البتۃ دی تھی''۔

(فتح القدیر شرح الہدایۃ، ج ۳، کتاب الطلاق، ص ۲۳۱، دار احیاء التراث العربی بیروت)

اور شارح صحیح مسلم امام قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں ''اور مگر حدیثِ رُکانہ تو صحیح یہ ہے کہ حضرت رُکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق البتۃ دی پھر بارگاہِ رسالت ﷺ میں آئے اور عرض کی میں نے صرف ایک طلاق کا ارادہ کیا تھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا (طلاق دیتے وقت) تم نے کیا ارادہ کیا؟ حضرت رُکانہ نے عرض کی، ایک کا۔ تو آپ نے پھر حلفیہ پوچھا تو انہوں نے کہا، واللہ (بخدا)۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا اتنی ہی طلاقیں واقع ہوئیں جن کا تو نے ارادہ کیا۔ **فلو كانت الثلاث لا تقع، لم يكن لتحليفه معنى، وهذا الرواية اصح من روايتهم، ان ركانة طلق امراته ثلثا لان رواتها اهل بيت ركانة وهم اعلم بقصة صاحبهم.**

(اکمال المعلم، ج ۵، کتاب ۱۸ الطلاق، باب ۲ طلاق الثلاث، ص ۲۰ دار الوفا، بیروت)

یعنی، پس اگر تین طلاقیں واقع نہ ہوتیں تو حضور ﷺ کے حضرت رُکانہ سے حلف اٹھوانے کا کوئی مطلب نہیں اور یہ (طلاق البتۃ والی) روایت ان کی روایت سے اَصح (صحیح تر) ہے، اُن کی روایت ہے کہ حضرت رُکانہ نے تین طلاقیں دیں، کیونکہ طلاق البتۃ

کے راوی حضرت رُکانہ کے گھر والے ہیں اور وہ اپنے صاحب (یعنی حضرت رُکانہ) کے قصے کو زیادہ جانتے ہیں۔ حضرت علامہ علی بن سلطان المعروف بملا علی قاری ۱۰۴۱ھ لکھتے ہیں پس یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اگر حضرت رُکانہ تین طلاقوں کا ارادہ کر لیتے تو تینوں ہی واقع ہو جاتیں: **والا فلم يكن لتحليفه معنى۔**

(مرقات، ج ۶، کتاب النکاح، باب الخلع والطلاق، الفصل الثالث، ص ۲۹۳، مکتبہ امدادیہ ملتان)

یعنی، ورنہ حلف لینے کا کوئی مطلب نہیں۔

علامہ محمود آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں ''اس ایک لفظ سے تین طلاق کے وقوع کی صحت کا ارادہ کیا جاتا ہے کیونکہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اگر حضرت رُکانہ ایک سے زیادہ کی نیت کرتے تو واقع ہو جاتیں ورنہ حلف لینے کا کوئی فائدہ نہیں''۔

(تفسیر روح المعانی، ج ۱، الجزء ۲، البقرۃ بحث فی ''الطلاق مرتان''، ص ۱۳۹، دار احیاء التراث العربی بیروت)

اب ملاحظہ ہو عدالت وضبط کے اعتبار سے حضرت رُکانہ سے متعلق طلاق البتۃ والی احادیث: امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ کی روایت کردہ حدیث کی سند ہے کہ انہوں نے یہ حدیث ہناد سے، انہوں نے قبیصہ سے، انہوں نے جریر بن حازم سے، انہوں نے زبیر بن سعید سے، انہوں نے عبداللہ بن علی بن یزید بن رُکانہ سے روایت کی ہے۔ اب ہم اس حدیث کی سند کے تمام رواۃ کی عدالت وضبط لکھتے ہیں۔ ہناد: یہ اس حدیث کے پہلے راوی ہیں، ان کے بارے میں علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۶ھ لکھتے ہیں: امام احمد بن حنبل نے کہا تم ہناد کو لازم رکھو۔ ابو حاتم نے کہا کہ وہ سچے ہیں، قتیبہ نے کہا کہ وکیع ہناد سے زیادہ کسی کی تعظیم نہیں کرتے تھے، امام نسائی نے کہا کہ وہ ثقہ ہیں۔ امام ابن حبان نے بھی ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔

(تہذیب التہذیب، ج ۹، حرف الہا، ہناد بن السری، ص ۷۸، دار الفکر بیروت)

قبیصہ: یہ اس حدیث کے دوسرے راوی ہیں، حافظ ابن حجر متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابوزرعہ سے قبیصہ اور ابونعیم کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا دونوں میں قبیصہ افضل ہیں۔ ابن ابی حاتم کہتے ہیں، میں نے اپنے والد سے قبیصہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا وہ بہت سچے ہیں، اسحاق بن یسار نے کہا میں نے اپنے شیوخ میں سے قبیصہ سے بڑھ کر کوئی حافظ نہیں دیکھا، ابن خراش نے کہا وہ سچے ہیں۔ امام نسائی نے کہا ان سے روایت میں کوئی حرج نہیں، اور امام ابن حبان نے ان کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ احمد بن مسلم نے کہا ہناد جب ان کا ذکر کرتے تو کہتے وہ صالح ہیں۔

(تہذیب التہذیب، ج ۶، حرف القاف قبیصہ، ص ۴۷۹، دار الفکر بیروت)

جریر بن حازم: یہ اس حدیث کے تیسرے راوی ہیں، حافظ ابن حجر متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔ موسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا حماد جتنی تعظیم ان کی کرتے تھے کسی اور کی نہیں کرتے۔ عثمان دارمی نے ابن معین سے نقل کیا کہ ثقہ ہیں، دوری کہتے ہیں میں نے یحییٰ سے پوچھا کہ جریر بن حازم اور ابوالاشہب میں سے کس کی روایت بہتر ہے انہوں نے کہا کہ جریر کی روایت اَحسن اور اَسند ہے، ابوحاتم نے کہا یہ بہت سچے ہیں اور عجلی بصری نے کہا یہ ثقہ ہیں۔ (تہذیب التہذیب، ج ۲، حرف الجیم، جریر بن حازم، ص ۳۶-۳۷، دار الفکر بیروت)

زبیر بن سعید: یہ اس حدیث کے چوتھے راوی ہیں۔ ان کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں کہ: دوری نے ابن معین سے نقل کیا کہ یہ ثقہ ہیں، دارقطنی نے کہا یہ معتبر ہیں اور امام بن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔

(تہذیب التہذیب، ج ۳، حرف الزاء، زبیر، ص ۱۳۹-۱۴۰، دار الفکر بیروت)

عبداللہ بن علی بن یزید بن رُکانہ: یہ اس حدیث کے پانچویں راوی ہیں اور یہ خود حضرت رُکانہ کے اہل بیت میں سے ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا کہ ابن حبان نے

انہیں ثقات میں ذکر کیا ہے۔ (تہذیب التہذیب، ج ۴، حرف العین، عبداللہ، ص ۴۰۴، دار الفکر بیروت)

اب ابن ماجہ کی روایت کے راویوں کی حالت ملاحظہ ہو: امام ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ کی روایت کی سند یہ ہے: ابوبکر بن شیبہ سے، وہ علی بن محمد سے، وہ وکیع سے، وہ جریر بن حازم سے۔ الخ۔

ابوبکر بن ابی شیبہ: علامہ ابن حجر متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں ان سے امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، امام احمد بن حنبل نے حدیثیں روایت کی ہیں اور یحییٰ حمانی نے کہا ابن ابی شیبہ کی اولاد اہلِ علم ہے اور احمد نے کہا ابوبکر سچے ہیں اور مجھے عثمان سے زیادہ محبوب ہیں۔ عجلی نے کہا وہ ثقہ اور حافظ الحدیث ہیں، ابوحاتم اور ابن خراش نے کہا وہ ثقہ ہیں، محمد بن عمر نے ان کے بارے میں ابن معین سے ابوبکر کے شریک سے سماع کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا ابوبکر ہمارے نزدیک سچے ہیں اگر وہ شریک سے بھی کسی بڑے سے سماع کا دعویٰ کریں تو وہ سچے ہیں۔ عمر بن علی نے کہا میں نے ابوبکر سے بڑا حافظ الحدیث نہیں دیکھا۔ ابن خراش نے کہا میں نے ابوزرعہ رازی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے ابوبکر بن ابی شیبہ سے بڑا حافظ نہیں دیکھا اور ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔ الخ۔

(تہذیب التہذیب، ج ۴، حرف العین، عبداللہ، ص ۴۶۴ تا ۴۶۶، دار الفکر بیروت)

علی بن محمد: حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں ان سے امام ابن ماجہ، نسائی، ابوزرعہ، ابوحاتم وغیرہم نے حدیثیں روایت کی ہیں۔ ابوحاتم نے کہا وہ ثقہ اور سچے ہیں اور میرے لیے فضل و صلاح میں ابوبکر بن ابی شیبہ سے زیادہ محبوب ہیں اور ابن حبان نے انہیں ثقات میں ذکر کیا ہے۔ (تہذیب التہذیب، ج ۵، حرف العین، علی بن محمد، ص ۳۷۷ تا ۳۷۸، دار الفکر بیروت)

وکیع ابن الجراح: عبداللہ بن احمد اپنے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا، میں نے وکیع سے بڑا حافظ اور علم کو محفوظ کرنے والا نہیں دیکھا اور وہ حافظ تھے اور عبدالرحمٰن

بن مہدی سے زیادہ بڑے حافظ تھے۔ صالح بن احمد کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا آپ کے نزدیک اثبت کون ہے؟ وکیع یا عزیز۔ تو انہوں نے فرمایا دونوں۔ پھر پوچھا زیادہ صالح کون ہے فرمایا' دونوں صالح ہیں۔ اگر وکیع بادشاہوں سے اختلاط نہ رکھتا تو میں نے ان سے زیادہ علم محفوظ کرنے والے کو نہیں دیکھا۔ بشر بن موسیٰ نے احمد سے بیان کیا کہ انہوں نے کہا میں نے حفظ اور اسناد و ابواب اور خشوع و ورع میں وکیع کی مثل کوئی نہیں دیکھا' احمد بن سہل نے کہا وکیع اپنے وقت کے امام المسلمین تھے اور حنبل نے احمد سے روایت کیا کہ وکیع بڑے فقیہ تھے۔ نعیم بن محمد طوسی نے کہا میں نے احمد کو یہ فرماتے سنا کہ وکیع کی تصنیفات کو لازم پکڑو۔ حسین بن حبان نے ابن معین سے بیان کیا کہ میں نے وکیع سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔ محمد بن نعیم بلخی فرماتے ہیں کہ میں نے ابن معین سے سنا کہ اللہ کی قسم میں نے سوائے وکیع کے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو اللہ کے لیے حدیثیں بیان کرتا ہو ان سے بڑا حافظ کسی کو نہیں دیکھا اور وہ اپنے زمانے میں ایسے تھے جیسے اوزاعی اپنے زمانے میں تھے۔ (الخ) (تہذیب التہذیب' ج ۹' حرف الواؤ' وکیع' ص ۷۸' ۱۴۰ تا ۱۴۳' دار الفکر بیروت)

اب امام دارمی کی روایت کے راویوں کے احوال ملاحظہ ہوں: امام ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی متوفی ۲۵۵ھ کی روایت کردہ حدیث کی سند یہ ہے کہ جناب سلیمان بن حرب، حضرت جریر بن حازم سے۔ الخ۔ سلیمان بن حرب: علامہ ابن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں' ان سے امام بخاری اور ابوداؤد وغیرہم نے حدیثیں روایت کی ہیں۔ ابو حاتم نے کہا وہ ائمہ حدیث میں سے ایک امام ہیں۔ یحییٰ بن اکثم نے کہا وہ ثقہ اور حافظ حدیث ہیں۔ یعقوب بن شیبہ نے کہا وہ ثقہ ہے اور صاحب حفظ ہیں۔ امام نسائی نے کہا وہ ثقہ اور مامون ہیں اور ابن فراشی نے کہا وہ ثقہ ہے۔

(تہذیب التہذیب' ج ۳' حرف السین' من اسمہ سلیمان' ص ۲۶۵ تا ۲۶۶' دار الفکر بیروت)

مرتن اور مرۃ کے اشکال کا حل

بعض غیر مقلدین قرآن مجید کی آیہ کریمہ "الطلاق مرتن" کے بارے کہتے ہیں اس میں "مرتٰن" کا فرمایا گیا جس کا تقاضا ہے کہ طلاق مرۃ (ایک مرتبہ ہو) پھر اس کے بعد مرۃ (ایک مرتبہ ہو) اور اس کے بعد تیسری طلاق مغلظ کہلاتی ہے۔ اس سے ہٹ کر طریقہ خلاف شریعت طریقہ ہے اور جو خلاف شریعت طلاق دی جائے وہ واقع ہی نہیں ہوتی۔ حالانکہ یہ بات واضح ہے کہ قرآن نے زنا اور چوری کرنے سے منع کیا ہے لیکن اگر کوئی شخص چوری یا زنا کرلے تو اس کے متعلق یہ کہنا صحیح نہیں ہوگا کہ وہ فعل وقوع پذیر ہی نہ ہوا۔ اب اگر کوئی اذان جمعہ کے وقت خرید و فروخت کرتا ہے تو شرعاً خرید و فروخت منعقد ہو جائے گی اگرچہ اس خرید و فروخت کے کرنے سے وہ گنہگار ہی کیوں نہ ہو۔ اور یہی صورت حال بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کی ہے کہ گناہ ضرور ہوگا لیکن واقع ہو جائیں گی۔

چنانچہ اس گفتگو کو مفسر قرآن' اہل سنت کی عظیم شخصیت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی ۱۳۹۱ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کا ہرگز مطلب نہیں کہ ایک دم تین طلاقیں ایک ہی ہوں بلکہ مقصد یہ ہے کہ طلاق رجعی دو طلاقیں ہیں۔ "الطلاق" میں الف لام عہدی ہے پھر فرمایا جو کوئی دو سے زیادہ یعنی تین دے تو بغیر حلالہ اسے عورت حلال نہیں۔ تفسیر احمدی و صاوی و جلالین میں ہے۔ "الطلاق" ای الطلیق الذی یراجع بعدہ (مَرّٰتٰنِ)۔ دوسرے یہ کہ اگر مان لیا جائے "مَرّٰتٰنِ" سے تین طلاقوں کی علیحدگی مراد ہے تو یہ کہنا کہ تجھے طلاق ہے طلاق ہے اس میں بھی طلاقوں کی لفظی علیحدگی ہے اور یہ کہنا تجھے تین طلاقیں ہیں اس میں عددی علیحدگی ہے کیونکہ علیحدگی کے بعد کیسے عدد بنے گا؟ آیت کا یہ مطلب کہاں سے نکالا گیا کہ طلاقوں کے درمیان ایک حیض کا فاصلہ ہونا شرط ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے "فَارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ"

آسمان کو بار بار دیکھو اس کا یہ مطلب نہیں کہ مہینہ میں ایک ہی بار دیکھ لیا کرو۔ تیسرے یہ کہ تمہاری تفسیر سے بھی آیت کا یہ مطلب بنے گا کہ طلاقیں الگ الگ ہونی چاہئیں۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ بیشک ایک دم طلاقیں دینا سخت منع ہے الگ الگ ہی دینا ضروری ہے۔ مگر سوال تو یہ ہے کہ جو کوئی حماقت سے ایک دم تین طلاقیں دے دے تو واقع ہو جائیں گی یا نہیں اس سے آیت ساکت ہے۔

(جاء الحق، حصہ ا، ضمیمہ، رسالہ طلاق الخ۔ ص ۴۶۱، نعیمی کتب خانہ گجرات)

اور دوسری بات یہ کہ انہوں نے کہا کہ "مَرَّتٰنِ" جس طرح "مرة بعد مرة" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اس طرح "ضـــعف" (یعنی دہرے اور دوگنے) کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے: "اُولٰئِکَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَرَّتَیْنِ" تو اس کی تفسیر میں ہے کہ ای یعطون ثوابهم ضعفین

(تفسیر ابن عباس، القصص: ۴۵، دار الکتب العلمیہ بیروت)

کہ ان کو دہرا اور دوگنا ثواب دیا جائے گا۔ اور خود غیر مقلدوں کی مسلّم شخصیت علامہ ابن حزم متوفی ۴۵۶ھ نے لکھا ہے کہ واما قولهم معنى قوله: الطلاق مرتان" ان معناه بمرة بعد مرة فخطاء، بل هذه الاية كقوله تعالىٰ "نوتها اجرها مرتين" ای مضاعفا معا۔

(المحلی فی شرح المجلی، کتاب ۸۳ الطلاق، مسئلہ ۱۹۵۰، من الطلاق، ص ۱۷۵۵، بیت الافکار الدولیۃ الاردن/ السعودیہ)

یعنی ان (تین طلاقوں کو ایک قرار دینے والوں) کا کہنا ہے کہ "الطلاق مرتان" کا معنی ایک دفعہ کے بعد دوسری دفعہ کا ہے۔ (یہ) خطا اور غلط ہے بلکہ اس کا معنی اللہ تعالیٰ کا فرمان "نُؤْتِهَا اَجْرَهَا مَرَّتَیْنِ" کی طرح ہے، یعنی اس کا معنی دوچند اکٹھا ہے۔ اور حدیث شریف میں بھی "مرتان" کا کلمہ "ضعف" کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ امام محمد بن

اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ سے مروی حدیث جو "حدیث ہرقل" کے نام سے مشہور ہے جس میں نبی ﷺ نے ایمان لانے پر دہرے اجر کی خوشخبری سنا دی، حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں: یؤتک اللہ اجرک مرتین۔

(صحیح البخاری، ج ۱، کتاب بدء الوحی، باب ۶، ص ۸، الحدیث: ۷، دار الکتب العلمیہ بیروت)

یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو دہرا اجر عطا فرمائے گا۔

اس کے تحت شارح صحیح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: وهو موافق لقوله تعالىٰ: "اُولٰئِکَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَرَّتَیْنِ" الایه، واعطاؤه الاجر مرتين لكونه مومنا بنبيه ثم امن بمحمد و يحتمل تضعيف الاجر له من جهة اسلامه و من جهة ان اسلامه يكون سببا لدخول اتباعه، وسياتى التصريح بذلك فى موضعه من حديث الشعبى من كتاب العلم ان شاء الله۔ (فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج ۲، کتاب بدء الوحی، باب ۶، ص ۵۲، الحدیث: ۷، دار الکتب العلمیہ بیروت)

یعنی، حدیث شریف کے کلمات "یؤتک اللہ اجرک مرتین" الخ۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان "اُولٰئِکَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَرَّتَیْنِ" کے موافق ہے اور ان کو دُہرا اجر ملنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ ان کا اپنے نبی پر ایمان تھا پھر حضور ﷺ پر ایمان لائے اور یہ بھی احتمال ہے کہ دُہرا اجر اس لیے کہ یہ خود ایمان لائے اور اس کا اسلام لانا اس کے پیروکاروں کے اسلام لانے کے سبب ہوگا۔ عنقریب اس کی تصریح ان شاء اللہ تعالیٰ اپنی جگہ پر کتاب العلم میں حدیث شعبی کے ضمن میں آئے گی۔

اسی طرح شارح صحیح بخاری علامہ کرمانی متوفی ۷۸۲ھ لکھتے ہیں: "مـرتين" ای مرة للايمان بينهم و مرة للايمان بنبينا ﷺ

(صحیح البخاری بشرح الکرمانی، ج ۱، باب کان بدء الوحی، ص ۶۲، دار احیاء التراث العربی)

یعنی، دُہرا اجر، ایک اجران کا پانے نبی پر ایمان لانا اور دوسرا اجر کہ وہ ہمارے نبی ﷺ پر ایمان لائے۔ اور شارح صحیح بخاری علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں: اما انه یؤتی الاجر مرتین: مرة لایمانهم بعیسی علیه السلام، مرة لایمانه بمحمد ﷺ فهو موافق لقوله تعالی: "أُولٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ" (القصص: ۵۴) الأية

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، ج ۱، کتاب بدء الوحی، باب ۶، ص ۱۵۷، الحدیث: ۷، دار الفکر بیروت)

یعنی، مگر ان کو دہرا اجر دیا جانا ایک بار ان کا عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانا، اور دوسری بار حضور ﷺ پر ایمان لانا، پس یہ فرمان "یؤتک الله الخ" اللہ تعالیٰ "اُولٰئِکَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَرَّتَیْنِ" کے فرمان کے موافق ہے۔

اور غیر مقلد مولوی وحید الزماں نے حدیث شریف میں وارد "یؤتک الله اجرک مرتین الخ" کے معنی لکھتے ہوئے لکھا: اللہ تجھ کو دہرا ثواب دے گا۔ ایک اپنے پیغمبر پر ایمان لانے کا، ایک مجھ پر ایمان لانے کا۔

(تیسیر الباری، کتاب بدء الوحی، ج ۱، ص ۸۲، نعمانی کتب خانہ، لاہور)

لہٰذا "الطلاق مرتان" کا معنی یہ ہوگا کہ رجعی طلاق دو بار تک ہے اور یہ اکٹھی دو طلاقوں کو بھی شامل ہے اور اس سے مراد ایک دفعہ کے بعد دوسری دفعہ ہی نہیں بلکہ اکٹھی دو طلاقیں دے دیں تو بھی دونوں واقع ہو جائیں گی اور رجعی ہوں گی بشرطیکہ اس سے قبل کوئی طلاق نہ دی ہو۔

محقق عصر علامہ غلام رسول سعیدی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ طلاق ثلاثہ پر اعتراضات کے جوابات میں رقمطراز ہیں:

تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے پر شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین کے دلائل

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "الطلاق مرتان" اس سے معلوم ہوا۔

کہ وہ طلاق رجعی جس میں طلاق کے بعد رجوع کیا جاتا ہے ایک بار دینے کے بعد دوسری مرتبہ دی جاتی ہے، جیسے کسی شخص نے کہا جاؤ! دو بار تسبیح کرو یا تین بار تسبیح کرو یا سو بار تسبیح کرو، اس پر عمل کے لیے ضروری ہے کہ وہ اتنی بار تسبیح کرے کہ یہ عدد پورا ہو جائے، مثلاً کہے سبحان اللہ، سبحان اللہ تو یہ دو بار ہوگا اور اگر اس نے کہا "دو بار سبحان اللہ!" (سبحان اللہ مرتان) یا "سو بار سبحان اللہ" (سبحان اللہ مائۃ مرۃ) کہا تو یہ ایک تسبیح شمار کی جائے گی۔ علی ہذا القیاس جس شخص نے اپنی بیوی سے کہا تمہیں دو طلاقیں یا تمہیں تین طلاقیں یا تمہیں دس طلاقیں یا تمہیں ہزار طلاقیں تو یہ ایک طلاق شمار کی جائے گی۔ اس کو واضح کرنے کے لیے شیخ ابن تیمیہ نے ایک یہ مثال دی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشروع فرمایا ہے کہ نماز کے بعد تینتیس بار سبحان اللہ، تینتیس بار الحمد للہ اور تینتیس بار اللہ اکبر کہا جائے، اب اگر کوئی شخص کہے سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر عدد خلقہ (اس کی مخلوق کی تعداد کے برابر) تو یہ صرف ایک تسبیح شمار کی جائے گی۔

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: ہمارے علم میں یہ بات نہیں ہے کہ کسی شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک لفظ کے ساتھ تین طلاقیں دی ہوں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تین طلاقیں لازم کر دی ہوں، اس بارے میں کوئی حدیث صحیح یا حسن مروی نہیں ہے اور نہ کسی مستند کتاب میں کوئی ایسی حدیث نقل کی گئی ہے، اس سلسلے میں جتنی احادیث نقل کی گئی ہیں وہ اب ائمہ حدیث کی تصریح کے مطابق ضعیف ہیں، بلکہ موضوع ہیں، بلکہ صحیح مسلم اور دیگر سنن اور مسانید میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے اور حضرت ابوبکر کے زمانہ خلافت میں اور حضرت عمر کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں تین طلاقوں کو ایک شمار کیا جاتا تھا، حضرت عمر نے فرمایا لوگوں نے اس کام میں عجلت کرنی شروع کر دی ہے جس میں انہیں مہلت دی گئی

تھی، اگر ہم ان پر یہ تین طلاقیں نافذ کریں تو بہتر ہوگا، پھر آپ نے یہ تین طلاقیں نافذ کردیں، اس سلسلے میں دوسری حدیث یہ ہے کہ ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں پھر سخت غمگین ہوئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے سوال کیا تم نے کس طرح طلاق دی تھی؟ انہوں نے کہا میں نے تین طلاقیں دی تھیں۔ آپ نے فرمایا ایک مجلس میں؟ انہوں نے کہا جی! آپ نے فرمایا یہ ایک طلاق ہوئی ہے اگر تم چاہو تو اس سے رجوع کرسکتے ہو! حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ پھر حضرت رکانہ نے رجوع کرلیا۔'' شیخ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ استفسار فرمایا ایک مجلس میں؟ اس سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ اگر ایک مجلس میں تین طلاقیں نہ دی جائیں تو پھر وہ ایک نہیں قرار دی جاتیں اور جب ایک مجلس میں تین طلاقیں دی جائیں گی تو وہ ایک قرار دی جائے گی، حضرت رکانہ کی یہ حدیث شیخ ابن تیمیہ نے مسند احمد کے حوالے سے بیان کی ہے۔

(مجموع الفتاوی، ج ۳۳، ص ۱۴-۱۱، مطبوعہ بامر فہد بن عبد العزیز)

شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین کے دلائل کے جوابات

شیخ ابن تیمیہ نے ''الطلاق مرتان'' سے یہ استدلال کیا ہے کہ ہر طلاق الگ الگ دی جائے تب وہ متعدد طلاقیں تصور ہوں گی اور اگر کسی نے کہا ''تم کو تین طلاقیں''، تو چونکہ یہ طلاق ایک بار دی گئی ہے، اس لیے یہ ایک طلاق ہی شمار ہوگی، شیخ ابن تیمیہ کا یہ استدلال خود انہیں بھی مفید نہیں ہے کیونکہ اس استدلال کا یہ تقاضا ہے کہ کسی شخص نے ایک مجلس میں تین بار کہا، میں نے تم کو طلاق دی، میں نے تم کو طلاق دی، میں نے تم کو طلاق دی، تو یہ تین طلاقیں واقع ہونی چاہئیں کیونکہ یہ تین طلاقیں تین بار دی گئی ہیں، حالانکہ شیخ کے نزدیک یہ بھی ایک طلاق ہے جیسا کہ اس سے پہلے باحوالہ گزر چکا ہے۔

زنا کی شہادات اور قسامت کی قسموں پر قیاس کے جوابات

شیخ ابن قیم جوزیہ نے زنا کی چار شہادتوں اور قسامت کی پچاس قسموں سے بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے پر استدلال کیا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں چار بار گواہی دیتا ہوں کہ فلاں شخص نے زنا کیا ہے، تو اس کی یہ گواہی مردود ہوگی جب تک چار آدمی الگ الگ گواہی نہ دیں، اسی طرح اگر ایک آدمی یہ کہے کہ میں پچاس قسمیں کھاتا ہوں کہ میں نے قتل کیا ہے نہ قاتل دیکھا ہے تو اس کی یہ قسم معتبر نہیں ہوگی جب تک کہ پچاس آدمی الگ الگ قسمیں نہ کھائیں، اسی طرح اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں تم کو تین طلاقیں دیتا ہوں تو یہ تین طلاقیں بھی معتبر نہیں ہوں گی جب تک کہ وہ الگ الگ تین طلاقیں نہ دے۔ (زاد المعاد، ج ۴، ص ۵۵، مطبوعہ مصطفی البابی واولادہ مصر، ۱۳۶۹ھ)

اس استدلال کا ایک جواب تو یہی ہے کہ یہ دلیل خود شیخ ابن قیم کو بھی مفید نہیں ہے کیونکہ اس دلیل کا تقاضا یہ ہے کہ ایک مجلس میں اگر تین بار الگ الگ تین طلاقیں دی جائیں تو وہ واقع ہوجانی چاہئیں، حالانکہ ان کے نزدیک ایک مجلس میں الگ الگ تین طلاقیں دی جائیں تو وہ بھی واقع نہیں ہوتیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ زنا کی شہادات اور قسامت پر طلاق کا قیاس درست نہیں ہے کیونکہ جو شخص یہ کہے کہ میں زنا کی چار گواہیاں دیتا ہوں یا میں قتل نہ کرنے کی پچاس قسمیں کھاتا ہوں اس کی گواہی اور قسم مطلقاً مردود ہے، برخلاف طلاق کے کیونکہ جو شخص کہے میں تم کو تین طلاقیں دیتا ہوں اس کی طلاق ان کے نزدیک بھی مطلقاً مردود نہیں ہے بلکہ ایک طلاق واقع ہوجائے گی۔ یہ دوسرا جواب علامہ آلوسی کی عبارت سے مستفاد ہے۔

علامہ آلوسی نے اس استدلال کے جواب میں لکھا ہے کہ شہادات لعان اور رمی جمرات پر طلاق کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے، دونوں کے احکام الگ الگ ہیں، اور ایک کو دوسرے پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، علاوہ ازیں طلاق کا معاملہ حلت اور حرمت سے ہے اور

اس میں احتیاط یہی ہے کہ جو تین طلاقیں بیک وقت دی گئی ہیں وہ واقع مان لی جائیں۔

(علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۲ھ، روح المعانی، ج۲، ص۱۳۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اور یہ مسلم اصول ہے کہ جب اباحت اور تحریم میں تعارض ہو تو تحریم کو ترجیح دی جاتی ہے۔ بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین ایک طلاق قرار دے کر نکاح کو مباح کہتے ہیں اور جمہور ان تین طلاقوں کو تین ہی شمار کر کے نکاح کو حرام کہتے ہیں اور اس اصول کے مطابق جمہور کے قول کو ترجیح دی جائے گی کیونکہ اباحت اور تحریم کے تعارض میں تحریم ہی کو ترجیح دی جاتی ہے۔

یہ دلیل سب سے پہلے شیخ ابن تیمیہ نے قائم کی تھی، اس کے بعد شیخ ابن تیمیہ کے متبعین مزید مثالوں کے ساتھ اس کو نقل کرتے چلے گئے ہیں۔ ہم اس دلیل کے چار جواب بیان کر چکے ہیں کہ یہ استدلال ان حضرات کو بھی مفید نہیں ہے کیونکہ اگر ایک مجلس میں کلمات متعددہ سے تین بار تین طلاقیں دی جائیں تو اس دلیل کے اعتبار سے وہ نافذ ہونی چاہئیں حالانکہ یہ لوگ اس کو بھی تین طلاق نہیں مانتے بلکہ ایک طلاق کہتے ہیں، دوسرا یہ کہ جب اباحت اور تحریم میں تعارض ہو تو ترجیح تحریم کی ہوتی ہے، تیسرا جواب ہم نے علامہ آلوسی سے نقل کیا جس کا خلاصہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایک دفعہ مثلاً یوں کہہ دے کہ سو بار سبحان اللہ تو اس حدیث پر عمل نہیں ہوگا اور یہ تسبیح فاطمہ نہیں ہوگی اور وہ اس کے اجر کا مستحق نہیں ہوگا اس کے برخلاف اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے تم کو تین طلاقیں تو آپ بھی یہ تو مانتے ہیں کہ ایک طلاق ہو جائے گی اس لیے یہ قیاس صحیح نہیں ہے۔ علامہ آلوسی نے جو دوسرا جواب دیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینا حرام کو حلال کرنا ہے اس لیے اس قسم کی تک بندیوں اور ڈھکوسلوں سے اللہ اور رسول کے حرام کردہ کو حلال نہیں کرنا چاہیے۔

تین طلاقوں سے طلاقیں ہی مراد

؎ گھر کو آگ لگی گھر کے ہی چراغ سے

اب ہم قارئین کرام کو سعودی علماء کے فتاویٰ اور ہندوستان کے مایہ ناز غیر مقلد عالم مولانا ثناء اللہ امرتسری کا فتویٰ جس میں وہ تین طلاقوں کو مجلس کی قید سے مقید کر کے عدم وقوع کا حکم نہیں دیتے بلکہ تین طلاقوں سے تین طلاقیں ہی مراد لیتے ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔ ان کے فتاویٰ کو دیکھا جائے تو اکثر نے بیک مجلس یا بیک کلمہ تین طلاقیں دینے کی صورت میں جمہور کے مطابق تین طلاق کے وقوع کا فتویٰ دیا ہے جب کہ چند ایک نے ابن تیمیہ کی پیروی کرتے ہوئے ایک طلاق کا فتویٰ بھی دیا ہے، چند سعودی عرب کے علماء کے فتاویٰ جو نظر سے گزرے یہاں نقل کیے جاتے ہیں:

(۱) شیخ عبداللہ بن سلیمان بن منیع کا فتویٰ: سعودی ادارہ ''اللجنة الدائمه للبحوث العلميه والافتاء'' کے ایک رکن شیخ عبداللہ کا فتویٰ مندرجہ ذیل ہے: سوال: میں نے اپنی بیوی (ز۔ف) کو تنگی کے سبب طلاق دی، اور میں نے اسے چار طلاقیں دیتے ہوئے کہا: ''طلاق والی، پھر طلاق والی، پھر طلاق والی'' اور میں نے کہا تو مجھ پر دوسرے مرد کے بعد حرام ہے، اور میں جاہل ہوں، حدودِ طلاق کو نہیں پہچانتا اور اس نے مجھے اس پر مجبور کیا؟ جواب: جب سائل نے نکاح کے بعد اپنی بیوی سے ہمبستری نہیں کی ہے تو اس پر صرف پہلی طلاق واقع ہوئی (کہ غیر مدخول بہا پہلی طلاق سے بائنہ ہوگئی اور دیگر طلاقوں کی محل نہ رہی) اور اس پر کوئی عدت نہیں۔ اگر وہ عورت دوبارہ اسے شوہر بنانا پسند کرے تو نئے عقد و نکاح کے ساتھ اس کے لیے حلال ہے۔ اور اگر شوہر نکاح کے بعد اس سے ہمبستری کر چکا تھا تو اس کی یہ طلاقیں اسے بیونہ کبریٰ (یعنی طلاق مغلظہ) کے ساتھ بائنہ کر دی گئی۔ اس مرد کے لیے دوبارہ حلال نہ ہوگی سوائے دوسرے شوہر کے۔

(۲) شیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن غدیان کا فتویٰ: سعودی ادارہ ''اللجنة الدائمه للبحوث العلمیه والافتاء'' کے ایک رُکن شیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن کے نزدیک اس سوال کا وہی جواب ہے جو شیخ عبداللہ بن سلیمان کا ہے۔

(۳) شیخ عبدالرزاق عفیفی کا فتویٰ: سعودی ادارہ ''اللجنة الدائمه للبحوث العلمیه والافتاء'' کے نائب الرئیس شیخ عبدالرزاق کے نزدیک اس سوال کا وہی جواب ہے جو شیخ عبداللہ بن سلیمان کا ہے۔

(فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والافتاء ج ۲۰ الطلاق الفتوی رقم: ۳۲۰، ص ۱۳۷-۱۳۸، دار المؤید الریاض)

(۴) شیخ بکر بن عبداللہ ابوزید کا فتویٰ: سعودی ادارہ ''اللجنة الدائمه للبحوث العلمیه والافتاء'' کے ایک رُکن شیخ بکر کا فتویٰ مندرجہ ذیل ہے:

سوال: میں نے امام ابوحنیفہ النعمان کے مذہب پر شادی کی اور میں نے اب تک تین بار طلاق دے دی ہے۔ کیا میرے لیے جائز ہے کہ میں کسی اور مذہب پر اپنی اسی بیوی کے ساتھ نئے مہر کے ساتھ نیا عقد نکاح کرلوں سوائے محلل (یعنی حلالہ کرنے والے) کے، مجھے کسی نے خبر دی ہے کہ یہ کلام (یعنی تین طلاق کے بعد بلا حلالہ دوبارہ نکاح) ابواسحاق کی رائے ہے؟ جواب: جس نے اپنی بیوی کو تین متفرق طلاقیں دے دیں (مثلاً کہا تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے) تو وہ اس بینونۂ کبریٰ کے ساتھ جُدا ہو جاتی ہے اور اس کے لیے حلال نہیں ہوتی جب تک دوسرے شوہر کے پاس نہ رہے۔

(فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والافتاء ج ۲۰ الطلاق الفتوی رقم: ۳۲۰، ص ۱۶۴-۱۶۵، دار المؤید الریاض)

(۵) شیخ صالح الفوزان کا فتویٰ: سعودی ادارہ ''اللجنة الدائمه للبحوث العلمیه والافتاء'' کے ایک رُکن شیخ صالح بن فوزان کا فتویٰ بھی وہی ہے جو شیخ بکر کا ہے۔

(۶) شیخ عبدالعزیز آل شیخ کا فتویٰ: سعودی ادارہ ''اللجنة الدائمه للبحوث العلمیه

والافتاء'' کے رُکن شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ آل شیخ کا فتویٰ بھی وہی ہے جو شیخ بکر بن عبداللہ کا ہے۔

(۷) شیخ عبدالعزیز بن باز کا فتویٰ: سعودی ادارہ ''اللجنة الدائمه للبحوث العلمیه والافتاء'' کے مفتی اور سربراہ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ باز کے فتاویٰ کو دیکھا جائے تو کہیں تو اس نے ابن تیمیہ کا اتباع کیا ہے کہ کہیں ایک مجلس کی دی تین طلاقوں کو ایک قرار دیا اور کہیں تین کو تین قرار دیا۔ شیخ ابن باز کے مجموعہ فتاویٰ کے مطالعہ سے معلوم یہ ہوا کہ اگر کوئی شخص متفرق تین طلاقیں ایک مجلس میں دے دیتا اور اس کا تکرار سے ارادہ تاکید یا افہام کا ہوتا تو ایک طلاق کے وقوع کا حکم دیا۔ حالانکہ یہ بھی باطل ہے کیونکہ خیر القرون میں حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دور میں ہی اس بات پر اجماع ہو گیا تھا کہ کوئی شخص تین طلاقیں دے کر کہے ''میں نے طلاق تو ایک دی ہے باقی دوبارتاکید کے طور پر کہا ہے'' تو اس کا اعتبار نہ کیا جائے بلکہ تین طلاقوں کے وقوع کا حکم دیا جائے گا۔

یہ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں صحابہ کا اجماع ہوا۔ اور پھر صحابہ کرام بیک مجلس دی گئی تین طلاقوں کے بارے میں تین طلاقیں واقع ہو جانے کا فتویٰ دیا کرتے، چاہے طلاقیں بیک کلمہ دی گئی ہوں یا نہ۔ اب فتنوں اور خرافت کے ان حالات میں ان کو ایسے کہاں نظر آ گئے جو خیر القرون میں ہی مفقود ہو رہے تھے۔ پھر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اجماع کی ان کے نزدیک کوئی وقعت نہیں اور ان کے اجماع کے خلاف فتویٰ دے کر ان لوگوں نے ثابت کر دیا کہ ان کے نزدیک صحابہ کرام کا اس پر اتفاق معاذ اللہ! غلط تھا، ان کا فیصلہ درست نہ تھا۔ اور اگر یہ ارادہ نہ ہوتا تو تین طلاقوں کے وقوع کا فتویٰ دیا ہے۔ بہر حال ائمہ اربعہ میں کسی ایک کا مقلد تو یہ بھی نہ تھا جیسا کہ اس کے مجموعہ فتاویٰ کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ کسی فتویٰ میں کسی مذہب کی کتب اور اس مذہب کے فقہاء کا تذکرہ نہیں ملتا۔ اگر ملتا

بھی ہے تو کسی ایک کا نہیں اس کے موقف کی تائید میں اگر کسی مذہب کے فقہاء کے اقوال ہوں تو اپنی تائید میں نقل کرتا ہے۔

اس حال میں وہ کسی نہ کسی صورت بیک مجلس بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کے تین ہونے کا قائل ہے مگر ہمارے ہاں کے غیر مقلد تو کسی بھی صورت بیک مجلس دی گئی تین طلاقوں کے تین ہونے کا قائل ہے مگر ہمارے ہاں کے غیر مقلد تو کسی بھی صورت بیک مجلس دی گئی تین طلاقوں کے تین ہونے کے قائل نہیں۔ چنانچہ اس کے فتاویٰ میں سے تین طلاقوں کے تین ہونے پر ایک فتویٰ نقل کیا جاتا ہے۔ (تاریخ ۸/۴/۱۳۹۱ھ)

شوہر نے اعتراف کیا کہ اس نے اپنی بیوی سے حالت غضب میں کہا وہ طلاق والی ہے، وہ طلاق والی ہے۔ طلاق بتۃ (تو جواب میں لکھتا ہے) اس بناء پر جو میں دیکھتا ہوں کہ اس شخص کی بیوی بیونۃ کبریٰ (طلاق مغلظہ) کے ساتھ اس سے جدا ہوگئی اس کے لیے حلال نہیں جب تک دوسرے شوہر کے پاس نہ رہے۔ کیونکہ اس نے الفاظ متعددہ کے ساتھ تین طلاقوں کو مکمل کر دیا اور ان کو اپنے قول طلاق بتہ کے ساتھ مؤکد کر دیا۔

(مجموعہ فتاویٰ ومقالات متنوعۃ لابن باز، ج ۲۲، کتاب الطلاق، حکم من طلق بقولہ: ھی طالق، ھی طالق طلاق البتۃ برقم: ۸۷، ص ۱۳۶-۱۳۷، دار اصداء المجتمع، المملکۃ العربیۃ السعودیہ)

(۸) شیخ ابراہیم خضری کا فتویٰ: سوال: میری دوست کا شوہر بہت غصے میں تھا اور اس نے تین بار کہا "میں نے تجھے طلاق دی" اور اس وقت اس نے اپنی بیوی سے کہا "فقط تو مجھ سے محبت رکھتی ہے تو لوٹ آ"۔ میری دوست غصے میں ہے اسے سمجھ میں نہیں آ رہا کہ وہ کیا کرے، کیا طلاق قائم ہے؟ میں وضاحت کے ساتھ جواب کی امید رکھتی ہوں۔ جواب: الحمدللہ، غصے والے کی طلاق جب کہ اسے نہ پتا ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اور وہ پاگلوں کی طرح ہو جائے تو واقع نہیں ہوتی۔ مگر جب کہ اسے معلوم ہو کہ کیا کہہ رہا ہے تو طلاق واقع ہے۔ سو

جب اسے تین بار طلاق دے دی تو وہ عورت اس کے لیے حلال نہیں، جب تک دوسرے شوہر کے پاس نہ رہے۔

(موسوعۃ الاحکام والفتاویٰ الشرعیۃ مبطل النکاح طلقھا غاضبا ثلاث مرات، ص ۹۵۲-۹۵۳، دار الغد الجدید، القاہرہ)

قارئین کرام اب ہم آپ کے سامنے غیر مقلد عالم مولانا ثناء اللہ امرتسری کا طلاق ثلاثہ کو تین طلاقیں ماننے پر حوالہ پیش کرتے ہیں، ملاحظہ ہو۔ غیر مقلد عالم مولانا ثناء اللہ امرتسری اپنے "فتاویٰ ثنائیہ" میں لکھتے ہیں: ایک سوال: کیا حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو ایک قرار دینے کے فیصلے کیا کرتے تھے، اگر کیا کرتے تھے تو یہ کسی حدیث سے ثابت ہے؟

؎ مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ کسی صحیح حدیث میں بھی اس کا تذکرہ نہیں ہے کہ حضور ﷺ یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تین طلاق کو ایک قرار دیا ہو۔ چنانچہ مشہور غیر مقلد مولوی ابوسعید شرف الدین دہلوی نے "مسلم شریف" کی مذکورہ بالا روایت کے بارے میں لکھا کہ اس (سے) استدلال میں بچند وجوہ کلام ہے۔ اول یہ کہ اس میں مجلس واحد کا ذکر ہی نہیں۔ عام اس سے کہ مجلس ایک ہو یا تین بلکہ اظہار ثلاثہ ہوں یا نہ، اور جس روایت "مسند احمد" میں مجلس واحد کا ذکر ہے وہ صحیح نہیں۔ اس کی سند بروایت عکرمہ بن عمران بن حصین ہے (جب کہ اصل روایت میں داؤد بن حصین ہیں) جس کو محدثین حافظ ابن حجر وغیرہ نے لکھا کہ ایسی روایت خصوصاً صحیح نہیں ہوتی۔ ملاحظہ ہو "تقریب التہذیب"..... سوم یہ کہ اس میں یہ تفصیل نہیں کہ یہ تین طلاق والے مقدمات رسول اللہ ﷺ اور شیخین رضی اللہ عنہما کے سامنے پیش ہو کر فیصلہ ہوتا تھا اور یہ روایت کسی میں نہیں ہے۔ اذ لیس فلیس (جب کسی حدیث کی کتاب میں نہیں ہے تو یقیناً ایسی کوئی روایت نہیں ہے)۔ چہارم یہ کہ

حدیث ''صحیح مسلم'' کی ایسی ہے جیسے دوسری حدیث ''صحیح مسلم'' کی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ہے: قال عطاء: قدم جابر بن عبدالله معتمرا، فجئنا فی منزله، فساله القوم عن اشیاء ثم ذکروا المتعة فقال: نعم استمتعنا علی عهد رسول الله ﷺ وابی بکر و عمر انتهی، وفی روایة اخری بعده: ثم نهانا عمر فلم نعدلهما.

یعنی، لوگوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ''متعۃ النساء'' کے بارے میں پوچھا تو آپ نے جواب دیا کہ ہم آپ ﷺ اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں متعہ کیا کرتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں منع فرمایا اور پھر ہم اس طرح رُک گئے۔ پس جو جواب حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ''متعۃ النساء'' کے جواز و عدم جواز کا ہے وہی حدیث ابن عباس کا اگر یہ (یعنی تین طلاق کو ایک قرار دینا) جائز ہے تو پھر ''متعۃ النساء'' بھی جائز ہے۔ ولا یقول به المحدثون (یعنی، اور محدثین اس ''متعۃ النساء'' کے جواز کا قول نہیں کرتے)۔ (فتاویٰ ثنائیہ، ج ۲، کتاب النکاح، باب ہفتم، ص ۲۱۶-۲۱۷، اسلامی پبلشنگ ہاؤس، شیش محل روڈ، لاہور)

اس سے آگے یہ صراحۃً لکھا کہ صحابہ و تابعین سے سات سو سال تک کے سلف صالحین تین طلاقوں کو ایک مجلس میں تین ہی سمجھتے تھے۔

ناز ہے گل کو نزاکت پہ چمن میں اے ذوق
اُس نے دیکھے ہی نہیں ناز و نزاکت والے

س: زید نے بحالت خشم مکتوب کیا لکھا طلاق نامہ جس میں تین طلاق تحریر تھیں، بکر کی معرفت اپنی منکوحہ بیوی کو بھیجا، اور بکر کو ساتھ ہی یہ ہدایت لکھی کہ یہ طلاق نامہ جا کر میری بیوی کو دے دے مگر بکر نے کسی وجہ سے وہ طلاق نامہ اس کی بیوی کو نہیں دیا، بلکہ چند یوم کے بعد بکر نے اپنے ایک دیگر رشتہ دار سے ذکر کیا اور اسی دوران میں لڑکی کو بھی اس طلاق نامے کا علم ہو گیا۔ طلاق نامہ کی تاریخ سے تقریباً ایک ماہ بعد زید کا ایک خط بکر کو موصول ہوا، جس میں تحریر تھا کہ اگر تم نے طلاق نامہ میری بیوی کو نہ دیا ہو تو وہ مجھے واپس دے دینا، میں بھی یہ آپ کے پاس بھیج رہا ہوں وہ آپ میری بیوی کو دے دیں، میں نے اس وقت اشتعال میں وہ طلاق نامہ لکھ دیا تھا جس سے میں خود نادم ہوں۔ اس دوران میں رشتہ داروں کی یہ کوشش رہی کہ زید اپنی بیوی کو اپنے پاس بلالے، مگر تیرہ سو میل کا فاصلہ تھا اس خیال سے کہ سفر خرچ بہت ہوگا، زید بلاتا نہیں تھا آخر خود رشتہ داروں نے بیوی کو زید کے پاس بھجوا دیا اب میاں بیوی راضی خوشی ہیں۔ یہ نکاح رہا یا نہیں رہا۔

ج: محدثین کے نزدیک ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں ایک طلاق رجعی کا حکم رکھتی ہیں۔

لحدیث ابن عباس کان الطلاق علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم وابی بکر رضی الله عنه وسنتین من خلافة عمر رضی الله عنه طلاق الثلاث واحدة (مسلم)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانوں میں تین طلاقیں مجلس واحد میں ایک سمجھی جاتی تھیں۔ صورت مسئولہ واقعہ میں تین طلاقیں مجلس واحد میں دی تھیں، اس لئے وہ ایک رجعی کے حکم میں ہیں، جس سے اس نے ایک ماہ بعد رجوع کر لیا، چنانچہ اس نے بیوی کو طرح بھیجا اب وہ میاں بیوی آپس میں راضی ہیں تو کوئی گناہ نہیں، ہمیشہ سلوک سے رہیں۔

(اہلحدیث ۶ رمئی ۱۹۳۵ء)

اعتراض منجانب "القاسم" امرتسر

بعض حضرات غیر مقلدین سے سنا گیا ہے کہ وہ کہا کرتے ہیں کہ ہمارا قول ائمہ اربعہ میں سے کسی نہ کسی امام کے قول کے مطابق ہوتا ہے، لیکن یہاں تو ان خدا کے بندوں نے نہ صرف حضرت امام اعظمؒ کی مخالفت کی ہے، بلکہ حضرت امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور ان کے مقلدین کی بھی مخالفت کی ہے کیونکہ یہ تمام بزرگان ملت تین طلاقوں کے وقوع کے قائل ہیں۔

جواب

یہی سوال مدت سے ہمارے ایک قصوری دوست بھی کیا کرتے ہیں مگر ان کی نیت اور ایڈیٹر القاسم کی نیت میں فرق ہے بہر حال سوال ایک ہے۔

گو ہمارے نزدیک یہ اصول مسلم نہیں کہ کسی مسئلہ کی صحت کے لئے یہ شرط ہو کہ ائمہ اربعہ میں سے کسی نہ کسی کے موافق ضرور ہو، بلکہ مسئلہ کی صحت کے لئے قرآن و حدیث کا ہونا کافی

ہے جہاں سے دنیا بھر کے امامانِ دین یا مجتہدان یا سالکین کے خلاف ہو لیکن واقعہ کے اظہار کے شمارہ اِن شاء القاسم کی معلومات میں اضافہ کے لیے ہم ان کو مطلع کرتے ہیں کہ مسئلہ ہٰذا میں امام مالک، امام احمد بن حنبل بلکہ خود امام ابو حنیفہ صاحب رضی اللہ عنہم کے اقوال بھی اہلحدیث کی تائید میں ہیں۔ ملاحظہ ہو اغاثۃ اللہفان، مصنفہ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ مصر ص ۱۵۳ سے ۱۵۷ تک، یہ صفحات دیکھ کر اپنے پرچے میں اعلان کیجیے، کہ
ہم اپنے اعتراض کو واپس لیتے ہیں۔ (اہلحدیث ۱۳ رجب [illegible])

تبصرہ قول مجیب مرحوم کہ محدثین کے نزدیک ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں ایک طلاق رجعی کا حکم رکھتی ہیں، بحدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کان الطلاق علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وسنتین من خلافۃ عمر رضی اللہ عنہ طلاق الثلاث واحدۃ (مسلم) اس استدلال میں بچند وجوہ کلام ہے

اول: یہ کہ اس میں مجلس واحد کا ذکر ہی نہیں، عام اس سے کہ مجلس ایک ہو یا تین بلکہ اطہار ثلثہ میں ہوں یا نہ ہوں، اور جس روایت مسند احمد میں مجلس واحد کا ذکر ہے، وہ صحیح نہیں ہے، اس کی سند بروایت عکرمہ عن عمران بن حصین ہے، جس کو محدثین حافظ ابن حجر وغیرہ نے لکھا ہے کہ ایسی روایت خصوصاً صحیح نہیں ہوتی، ملاحظہ ہو تقریب التہذیب۔

دوم: یہ کہ محدثین نے اس میں کلام کیا ہے جس کی تفصیل شرح مسلم امام نووی، فتح الباری وغیرہ میں ہے، خصوصاً میری کتاب "کتاب الطلاق" ملاحظہ ہو۔

سوم: یہ کہ اس میں یہ تفصیل نہیں ہے، کہ یہ تین طلاقوں والے مقدمات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین کے سامنے پیش ہو کر فیصلہ ہوتا تھا، اور یہ کسی روایت میں نہیں ہے۔ واذ لیس فلیس۔

چہارم: یہ کہ حدیث صحیح مسلم کی ایسی ہے جیسے دوسری حدیث صحیح مسلم کی جابر بن عبد اللہ صحابی سے ہے۔ قال عطاء قدم جابر بن عبد اللہ معتمرا فجئناہ فی منزلہ فسالہ القوم عن اشیاء ثم ذکروا المتعۃ فقال نعم استمتعنا علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما وفی روایۃ اخری بعدہ ثم نہانا عنہما عمر فلم نعد لہما ای متعۃ النساء ومتعۃ الحج) صحیح مسلم مع شرح نووی ص ۴۵۱ باب النکاح المتعۃ۔ جن جو جواب اس جابر کی متعۃ النساء کے جواز وعدم کا جواب ہے، وہی حدیث ابن عباس

کا ہے اگر یہ جائز ہے، تو پھر متعۃ النساء بھی جائز ہے، ولا یقول بہ اہلحدیث۔

پنجم: اس سے ثابت ہوا کہ یہ تین طلاقیں بیک مجلس واحد یا متعۃ النساء، جاہلانہ لوگ بے خبری میں کرتے رہے، جس کا علم نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا نہ شیخین کو، آخر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو منع کر دیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث پر محدثین نے اور بھی کئی وجوہ سے کلام کیا ہے جس کی تشریح کچھ تو امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں کی ہے، کچھ اور بھی میں نے اپنی کتاب میں محدثین سے نقل کیا ہے

ششم: محدثین کی طرف مجلس واحد میں تین طلاق کو ایک شمار کرنے کی نسبت میں بھی کلام ہے، یہ سخت مغالطہ ہے، اصل بات یہ ہے، کہ صحابہ وتابعین وتبع تابعین سے کر سات سو سال تک کے سلف صالحین صحابہ وتابعین ومحدثین سے تو تین طلاق کا ایک مجلس میں واحد شمار ہونا تو ثابت نہیں من ادعی فعلیہ البیان بالبرہان ودونہ خرط القتاد
ملاحظہ ہو موطا امام مالک، صحیح بخاری، سنن ابو داؤد، سنن النسائی، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ وشرح مسلم امام نووی وفتح الباری، وتفسیر ابن کثیر، وتفسیر ابن جریر وکتاب الاعتبار للامام الحازمی فی بیان الناسخ والمنسوخ من الآثار۔ اس میں امام حازمی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مسلم کی اس حدیث کو منسوخ بتایا ہے، اور تفسیر ابن کثیر میں بھی الطلاق مرتان الآیۃ کے تحت ابن عباس سے جو صحیح مسلم کی حدیث تین طلاق کے ایک ہونے کا راوی ہے، دوسری حدیث نقل کی ہے، جو سنن ابو داؤد میں باب نسخ المراجعۃ بعد التطلیقات الثلاث باسناد خود نقل کی ہے۔ عن ابن عباس ان الرجل کان اذا طلق امرأتہ فہو احق برجعتہا وان طلقہا ثلاثا فنسخ ذلک فقال الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان انتہی (عون المعبود ص ۲۲۵ ج ۲)
امام نسائی نے بھی اسی طرح ص ۱۰ جلد ۲ میں باب منعقد کیا ہے، اور یہی حدیث لائے ہیں، اور دونوں اماموں نے اس پر سکوت کیا ہے، اور ان دونوں کے نزدیک یہ حدیث صحیح اور حجت ہے جب ہی تو لائے ہیں، اور باب منعقد کیا ہے، اور ابن کثیر نے بھی سند ابی داؤد ونسائی وابن ابی حاتم وتفسیر ابن جریر وتفسیر عبد الحمید ومستدرک حاکم وقال صحیح الاسناد، والترمذی مرسلا مسندا نقل کر کے کہا ہے، کہ ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو آیت مذکورہ کی تفسیر جا کر اسی کو پسند کیا ہے، یعنی یہ کہ پہلے جو تین طلاق کے بعد رجوع کر لیا کرتے تھے وہ اس حدیث سے منسوخ ہے، پس یہ حدیث مذکور محدث ابن کثیر وابن جریر دونوں کے نزدیک صحیح ہے، جیسے

کہ مستدرک حاکم میں صحیح الاسناد لکھا ہے اور قابل اعتماد ہے، اور امام فخر الدین رازی کی تحقیق بھی یہی ہے اور امام ابو بکر محمد بن موسیٰ بن عثمان حازمی نے کتاب الاعتبار میں اپنی سند سے نقل کر کے لکھا ہے۔ فاستقبل الناس الطلاق جدیدا من یومئذ من کان منہم طلق او لم یطلق حتی وقع الاجماع فنسخ الحکم الاول ودل، ظاہر الکتاب علی نقیضہ وجاءت السنۃ مفسرۃ للکتاب مبینۃ بنسخ الحکم الاول الخ ص۲۰۲ اور خود علامہ ابن قیم نے اعلام الموقعین مصری ص۲۵۳ جلد ۲ میں لکھا ہے تفسیر الصحابی حجۃ وقال الحاکم ھو عندنا مرفوع اتفق اور جب مسلم کی ابن عباس کی حدیث مذکور اجماع کے خلاف ہوئی، تو خود شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے قول سے بھی اس پر عمل نہ ہونا چاہئے، اس لئے کہ فتاوی ابن تیمیہ جلد دوم ص۵۹ میں ہے، کہ الخبر الواحد اذا خالف المشہور المستفیض کان شاذا وقد یکون منسوخا انتہی وہذا کذلک المخالف مشہورا، اور سنن ابی داؤد کی نسخ کی حدیث کی سند میں راوی علی بن حسین اور حسین بن واقد پر جو علامہ ابن قیم نے اعتراض یا کلام کیا ہے، اس کا جواب یہ ہے، کہ علی بن حسین کو تقریب التہذیب میں صدوق یہم لکھا ہے، وہم کے باعث ابو حاتم نے اس کی تضعیف کی ہے، مگر امام نسائی جو بڑے متشدد ہیں انہوں نے اور دوسرے محدثین نے کہا ہے لیس بہ باس اور وہم سے کون بشر خالی ہے، لہٰذا یہ کوئی جرح نہیں، راوی معتبر ہے خصوصاً جب کہ محدثین مذکورہ نے حدیث کو صحیح تسلیم کیا ہے، اور حسین بن واقد کو تقریب میں ثقہ لہ اوہام لکھا ہے، اور یہ راوی رجال صحیح مسلم سے ہے، اور یحییٰ بن معین وغیرہ محدثین نے اس کو ثقہ بتایا ہے ملاحظہ ہو میزان الاعتدال، باقی رجال دونوں کے ثقات ہیں، لہٰذا یہ حدیث حسن صحیح ہے، قابل عمل و حجت ہے، اور خود راوی ابن عباس رض کا فتوی بھی اس کی صحت کا مؤید ہے، ملاحظہ ہو مؤطا امام مالک وغیرہ،

اور یہ لغو اعتراض کہ یہ ابن عباس کا سہو ہے، تو اس کا جواب یہ ہے، کہ اگر ابن عباس رض کو سہو ہو گیا تھا، تو پھر ان کی مسلم کی حدیث میں بھی سہو ہے فلا حجۃ فیہ، اور امام رازی نے تفسیر کبیر میں آیت مذکورہ کی تفسیر میں بحث کر کے جو اپنی تحقیق لکھی ہے، وہ یہ ہے، کہ آیت الطلاق مرتان سے پہلے آیت والمطلقات یتربصن بانفسہن ثلاثۃ قروء الی قولہ و بعولتہن احق بردہن فی ذلک ان ارادوا اصلاحا الایۃ ہے اس کے بعد ہے الطلاق مرتان الایۃ اس سے ثابت ہوا کہ پہلی آیت مجمل مفتقر الی المبین یا کالعام مفتقر

الی المخصص تھی، کہ بعول مطلقین کو بعد طلاق حق استرداد یعنی رجوع ثابت تھا عام اس سے کہ ایک طلاق کے بعد ہو یا دو کے یا تین کے پس آیت الطلاق مرتان نے واضح کر دیا کہ مطلق کو رجوع ایک یا دو طلاق کے بعد ہے اس کے بعد نہیں پھر آگے جامع ترمذی کی حدیث سے منع ثابت کیا ہے اور بعض اصحاب تفسیر کبیر سے اپنے مطابق قول کے بعد ھذا ھو الکلام فیہ الخ کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ اس قول کو امام صاحب نے دوسرے سے نقل کر کے اس کا رد کیا ہے، ملاحظہ ہو ص۲۲۸ ج ۲۔

اور وجوہ کلام میں سے وجہ ہفتم یہ ہے کہ محدثین نے مسلم کی حدیث مذکور کو شاذ بھی بتلایا ہے۔

ہشتم یہ کہ اس میں اضطراب بھی بتایا ہے، تفصیل شرح صحیح مسلم نووی، فتح الباری وغیرہ مطولات میں ہے

نہم یہ کہ ابن عباس کی مسلم کی حدیث مذکور مرفوع نہیں، یہ بعض صحابہ کا فعل ہے جن کو نسخ کا علم نہ تھا کما فی الوجہ الثالث والرابع

دہم یہ کہ مسلم کی یہ حدیث امام حازمی و تفسیر ابن جریر و ابن کثیر وغیرہ کی تحقیق سے ثابت ہے، کہ یہ حدیث بظاہر کتاب و سنت صحیحہ و اجماع صحابہؓ وغیرہ ائمہ محدثین کے خلاف ہے لہٰذا حجت نہیں ہے۔

اصل بات یہ ہے، کہ مجیب مرحوم نے جو لکھا ہے، کہ تین طلاق مجلس واحد کی محدثین کے نزدیک ایک کے حکم میں ہیں، یہ مسلک صحابہؓ، تابعینؒ و تبع تابعینؒ وغیرہ ائمہ محدثین متقدمین کا نہیں ہے، یہ مسلک سات سو سال کے بعد کے محدثین کا ہے، جو شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے فتوی کے پابند اور ان کے معتقد ہیں، یہ فتوی شیخ الاسلام نے ساتویں صدی ہجری کے اخیر یا اوائل آٹھویں میں دیا تھا تو اس وقت کے علمائے اسلام نے ان کی سخت مخالفت کی تھی

نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے اتحاف النبلاء میں جہاں شیخ الاسلام کے منفردات مسائل لکھے ہیں اس فہرست میں طلاق ثلاثہ کا مسئلہ بھی لکھا ہے، اور لکھا ہے، کہ جب شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے تین طلاق کی ایک مجلس میں ایک طلاق ہونے کا فتوی دیا، تو بہت شور ہوا، شیخ الاسلام اور ان کے شاگرد ابن قیمؒ پر مصائب برپا ہوئے ان کو اونٹ پر سوار کر کے درے مار مار کر شہر میں پھرا کر توہین کی گئی، قید کئے گئے، اس لئے کہ اس وقت یہ مسئلہ علامت روافض کی تھی، ص۱۳۱ اور سبیل السلام شرح

بلوغ المرام مطبع فاروقی دہلی ص۹۰ جلد ۲، اور التاج المکلل مصنفہ نواب صدیق حسن خان صاحب صفحہ ۲۰۰۔۲۹ میں ہے، کہ امام شمس الدین ذہبی باوجود شیخ الاسلام کے شاگرد اور معتقد ہونے کے اس مسئلہ میں سخت مخالف ہیں۔ التاج المکلل ص ۲۸۸-۲۸۹

ہاں تو جب کہ متاخرین علماء اہلحدیث عموماً شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن قیم کے معتقد ہیں، اس لئے وہ بے شک اس مسئلہ میں بھی شیخ الاسلام سے متفق ہیں، اور وہ اسی کو محدثین کا مسلک جانتے ہیں، اور مشہور کر دیا گیا ہے، کہ یہ مذہب محدثین کا ہے، اور اس کے خلاف مذہب حنفیہ کا ہے، اس لئے ہمارے اصحاب فوراً اس کو تسلیم کر لیتے ہیں، اور اس کے خلاف کو رد کر دیتے ہیں، حالانکہ یہ فتوی یا مذہب آٹھویں صدی ہجری میں وجود میں آیا ہے، اور ائمہ اربعہ کی تقلید چوتھی صدی ہجری میں رائج ہوئی، اس کی مثال ایسی ہے، جیسے بریلوی لوگوں نے قبضہ غاصبانہ کر کے اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت مشہور کر رکھا ہے، اور ہم کو خارجی، یا جیسے مولوی مودودی کی جماعت نے اپنے آپ کو جماعت اسلامی مشہور کر دیا ہے، باوجودیکہ ان کا اسلام بھی خود ساختہ ہے، جو چودھویں صدی ہجری میں بنایا گیا ہے ولعل فیہ کفایۃ لمن لہ درایۃ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ یسئلونک احق ھو قل ای وربی انہ لحق

(ابو سعید شرف الدین دہلوی)

فتاویٰ ثنائیہ

جس میں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کے
۴۴ سالہ فتاویٰ کو فقہی ترتیب کے ساتھ اس طرح مرتب کر دیا گیا ہے
کہ عبادات و معاملات کا کوئی مسئلہ باقی نہیں رہا

محشی بحواشی شیخ الحدیث حضرت مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی

جلد ثانی

مرتبہ
حضرت مولانا محمد داؤد صاحب راز

ناشر: ادارہ ترجمان السنۃ ۷، ایبک روڈ، لاہور

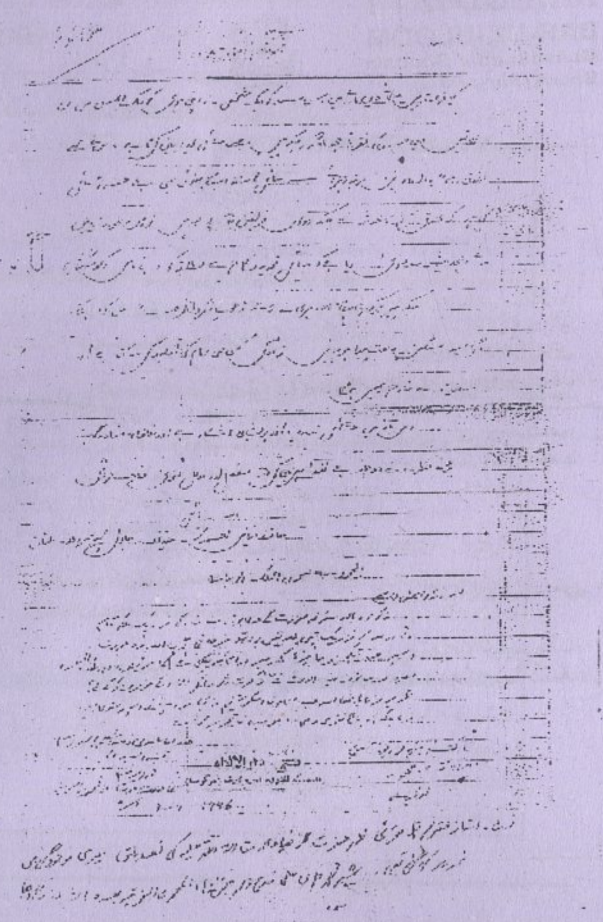
ایک اشکال:

غیر مقلد کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے اس فیصلے پر ندامت ہوئی تھی اور وہ دلیل کے طور پر ''اغاثۃ اللھفان'' سے یہ روایت پیش کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں: ما ندمت علی شیء ندامتی علی ثلاث ان لا اکون حرمت الطلاق. الخ. یعنی، میں ان تین چیزوں کے علاوہ کسی اور پر اتنا نادم نہیں ہوا کہ جتنا ان تین باتوں پر نادم ہوا ہوں۔ ایک یہ کہ میں طلاق کو حرام نہ کرتا۔ الخ۔

جواب: یہ روایت قابل استدلال نہیں کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی ''خالد بن یزید بن عبدالرحمٰن بن ابی مالک'' ہے۔ جمہور محدثین نے اس کی تضعیف کی ہے۔ چنانچہ امام یحییٰ نے اس راوی کے متعلق فرمایا: لیس بشیء. امام نسائی نے فرمایا کہ وہ ثقہ نہیں۔ امام دار قطنی نے فرمایا: وہ ضعیف ہے۔ امام ابوداوٴد نے اسے ضعیف کہا اور ایک مرتبہ متروک الحدیث فرمایا اور امام یعقوب بن سفیان نے فرمایا کہ وہ ضعیف ہے اور محدث ابن جارود، امام ساجی اور حافظ عقیلی نے بھی انہیں ضعفاء میں ذکر کیا جیسا کہ علامہ ابن حجر عسقلانی نے ''تہذیب التہذیب'' میں نقل کیا ہے۔

(تہذیب التہذیب، ج ۲، حرف الخاء خالد بن یزید، ص ۸۰-۸۱، دار الفکر، بیروت)

جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب ازہری کے حوالہ سے طلاق ثلاثہ کے تین ہونے پر واضح ثبوت:



DAR-UL-IFTA
DAR-UL-ULOOM
Muhammadia Ghousia
Bhera (Sargodha)

دارالافتاء دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف
ضلع سرگودھا

تاریخ

[illegible]

تحلیل شرعی کا شرعی حکم کیا ہے؟

کیا تین طلاقیں اکٹھی دینا جائز ہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

[illegible] طلاق [illegible] انسان [illegible] کام ہے کہ یہ کام اللہ تعالیٰ کو بہت ناپسند ہے اگر کوئی وجہ [illegible] طلاق ہو سے [illegible] عدت کے خاتمہ پر عورت آگے شادی کر سکتی ہے اور اگر پہلے خاوند سے [illegible] کرنا چاہے تب بھی [illegible] ثالثہ [illegible] عدت [illegible] اگر تین طلاقیں [illegible] کا نکاح کسی دوسری جگہ عدت ختم ہونے پر [illegible]

[illegible] طلاق [illegible] اب اس کی مرضی ہے چاہے تو اس عورت کو بسائے اور [illegible] طلاق دے دیتا ہے یا مر جاتا ہے تو وہ عورت عدت [illegible] قرآن مجید میں آتا ہے:

الطلاق مرتٰن فامساک بمعروف او تسریح باحسان ۔

[illegible] کے بعد یا تو اچھے طریقے سے روک لینا ہے یا اچھے طریقے سے چھوڑ دینا ہے۔

فان طلقها فلا تحل له من بعد حتیٰ تنکح زوجا غیره ۔

[illegible]

[illegible] تین طلاقیں [illegible] رسول اللہ ﷺ [illegible]

[illegible]

[illegible] ہرگز [illegible]

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

[illegible]

[illegible]

DAR-UL-IFTA
MUHAMMDIA GHOUSIA
BHERA SHRIF

دارالافتاء
المحمدیہ الغوثیہ
بھیرہ شریف

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو غصہ کی حالت میں ان الفاظ طلاق دی کہ "میں نے تجھے تین طلاق سے چھوڑا، یا کہے میں نے تجھے طلاق دی، میں نے تجھے طلاق دی، میں نے تجھے طلاق دی" تو اس کے متعلق حکم شرع بیان فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامدا ومصلیا

جمہور ائمہ جن میں آئمہ اربعہ بھی ہیں سب کا مذہب یہی ہے کہ اس طرح تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا اس مرد کی بیوی اس پر حرام ہو چکی ہے اور حتی تنکح زوجا غیرہ کے بغیر اس پر حلال نہیں ہو سکتی۔ اور یہ وہ فیصلہ ہے جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں صادر فرمایا۔ اور کسی صحابی سے انکار منقول نہیں اور صحابہ کرام کا اجماع اس بات کی بین دلیل ہے کہ یہ حکم سنت کے عین مطابق ہے۔ ورنہ وہ صحابہ جو شریعت کی معمولی سی خلاف ورزی بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے وہ خاموش نہ رہتے۔

نیز صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

عن ابی هريرة رضی الله عنه ان عويمر العجلانی طلق امراته ثلاثا بحضرة رسول الله ﷺ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عویمر عجلانی نے سرکار دو عالم ﷺ کی موجودگی میں اپنی عورت کو تین طلاقیں ایک بار دیں۔

معلوم ہوا اگر تین طلاقیں واقع نہ ہوتیں تو حضور ﷺ اس سے منع فرماتے۔ اگر اس وقت اس کے غصہ میں ہونے کی وجہ سے خاموشی اختیار فرمائی تھی تو بعد میں انہیں سمجھا دیتے۔ لیکن بعد میں سرکار ﷺ کا خاموشی اختیار کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس طرح طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ اور کئی ایسے مسائل ہیں جو لیکن ناسخ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے صحابہ کرام میں پہلے متنازعہ فیہ رہے ہیں اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے ان کا ایک بات پر اتفاق ہوا۔ مثلاً نماز جنازہ کی تکبیرات سرکار ﷺ نے مختلف مواقع پر مختلف فرمائیں۔ بعض دفعہ تین، بعض دفعہ چار، بعض دفعہ پانچ۔

خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور خلافت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تک مختلف طریقوں سے صحابہ کرام نماز جنازہ پر تکبیریں کہتے رہے۔ لیکن آپ کے زمانہ میں چار تکبیرات پر سب صحابہ کرام نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق اجماع کر لیا نیز سرکار دو عالم ﷺ کا فرمان ہے لا تجتمع امتی علی الضلالۃ کہ میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا صحابہ کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص یکبارگی تین طلاقیں دے گا تو تینوں ہو جائیں گی۔ یہی عین شریعت ہے۔

نیز حدیث پاک میں ہے۔

عن عبادة بن الصامت عن ابيه عن جده قال طلق بعض آبائي امرأته الفا فانطلق بنوه الى رسول الله ﷺ فقالوا يا رسول الله ﷺ ان ابانا طلق امنا الفا فهل له من مخرج فقال ان اباكم لم يتق الله فيجعل له من امره مخرجا بانت منه بثلث على غير السنة و تسعمائة وسبعة و تسعون اثم في عنقه

(السنن الکبریٰ)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میرے آباء میں سے کسی نے اپنی زوجہ کو ایک ہزار طلاقیں دے دیں اور اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا گیا آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا باپ اللہ سے خوف زدہ نہ ہوا اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس معاملہ کا کوئی حل نہ دے گا۔ تو اس کی بیوی کو اس کے اس فعل سے تین طلاقیں ہو گئیں اور باقی ۹۹۷ طلاقیں اس کی گردن پر گناہ ہیں۔

اسی طرح السنن الکبریٰ میں ہے حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا تم میں سے ایک شخص احمق بنتا ہے اور اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیتا ہے اور پھر ابن عباس ابن عباس پکارتا ہوا آتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈر کر کام کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے بہتری کا کوئی راستہ نکال دیتے ہیں۔ لیکن چونکہ تم نے خدا سے خوف نہ کیا لہٰذا میں تمہارے لئے کوئی راستہ نہیں پاتا۔ تمہاری بیوی تم سے بائنہ ہو چکی ہے اور تم گناہگار ہوئے۔

اس طرح اس کی بیوی بھی اس پر حرام ہو چکی ہے اور اس طرح طلاق دینے سے وہ گناہگار رہوا۔

هذا ما عندي والله اعلم بالصواب۔

کتبہ العبد المنیب محمد ایوب

مفتی دارالافتاء المحمدیہ الغوثیہ بھیرہ شریف

ضلع سرگودھا

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بارے اس مسئلہ کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں جس کو تقریباً چھ ماہ گزر چکے ہیں۔ جیسے سائل یوں بیان کرتا ہے "میں نے تجھے طلاق دی" یہ الفاظ تین مرتبہ دہرائے۔۔۔ سائل کا سالا اس کا بہنوئی بھی ہے جس سے سائل کی بہن کو طلاق ہونے کا خدشہ ہے جبکہ دونوں فریقین کے بچے بھی ہیں تو اس صورت میں علمائے اہلحدیث نے فتویٰ دیا ہے کہ سائل تجدید نکاح سے مطلقہ کو اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔

جبکہ پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری نے رسالہ "دعوت فکر و نظر" میں لکھا ہے کہ اگر ایسے سنگین حالات پیدا ہو جائیں تو آدمی کسی بھی امام کی تقلید کر سکتا ہے اور حنفیت سے خارج نہیں ہوگا۔

اس بارے میں سائل تذبذب اور پریشانی کا شکار ہے اور خاندانی فساد کے بہت بڑے خطرے سے دوچار ہے لہٰذا مہربانی کر کے مفصل اور مدلل فتویٰ عنایت فرمائیں۔

السائل: حافظ فیض احمد سعیدی۔ جلال پور پیر والا۔ ملتان

الجواب بعون الملک الوہاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مذکورہ بالا مسئولہ صورت کے مطابق احناف کے نزدیک بلکہ تمام ائمہ اربعہ کے نزدیک تین طلاقیں واقع ہو چکی ہیں اور وہ عورت اس پر "حتی تنکح زوجا غیره" کے بغیر حرام ہو چکی ہے کما هو مصرح في الكتب المعتبرة۔ حضور غریب نواز ضیاء الامت نے رسالہ "دعوت فکر و نظر" علماء کے غور و فکر کے لیے تحریر فرمایا تھا اور جب علماء نے اس کو تسلیم نہ کیا تو آپ نے اس پر فتویٰ نہیں دیا بلکہ آپ کا فتویٰ وہی ہے جو میں نے تحریر کیا ہے۔

هذا ما عندي والله اعلم بالصواب

کتبہ العبد المنیب

محمد ایوب

مفتی دارالافتاء المحمدیہ الغوثیہ بھیرہ

۹۔۳۔۱۹۹۶

ما کتب الشیخ محمد ایوب مفتی دارالافتاء صحیح۔

محمد کرم شاہ

{نوٹ: مذکورہ ذکر حضرت کا فتویٰ اور حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی تصدیق میری موجودگی میں تحریر کی گئی تھی۔ شیر محمد خان، دارالافتاء المحمدیہ الغوثیہ بھیرہ شریف سرگودھا۔}

اگر ذہن میں یہ اشکال پیدا ہو کہ تین طلاقیں بیک وقت اور بیک لفظ تین کیسے واقع ہو جائیں گی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے امتحان صبر کے دوران آپ کی زوجہ محترمہ حضرت رحمت بی بی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو سو کوڑے مارنے کی حضرت ایوب علیہ السلام نے قسم اٹھالی پھر جب امتحان صبر سے سبکدوشی حاصل فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ کا حل فرمادیا کہ سو کوڑے علیحدہ علیحدہ مارنے کی بجائے ایک ہی مجلس میں ایک ہی بار میں سو تنکوں کا جھاڑو بنا کر مارو تو تمہاری قسم نہ ٹوٹے گی چنانچہ اس مفہوم کی وضاحت ارشادِ الٰہی میں یوں ہے: ''**و خذ بیدک ضغثا فاضرب به و لا تحنث** (ص:۴۴)

(اور ہم نے کہا کہ) اپنے ہاتھ تیلیوں کا مٹھا بنالو اور اس سے ماردو اور قسم نہ توڑو۔''

اس آیہ کریمہ کے تحت غیر مقلد عالم مولانا عبدالقہار صاحب دہلوی لکھتے ہیں: ''مسند احمد میں ہے کہ جب وہ زیادہ بیمار ہوئے تو شیطان نے ان کی بیوی سے کہا میں طبیب ہوں اگر ایوب کو شفا ہو جائے تو کہنا میں نے شفا دی ہے۔ ایوب علیہ السلام نے قسم کھائی کہ تندرست ہو کر اس بیوی کو سو کوڑے ماروں گا اس لیے کہ اس نے شیطان کی بات سنی۔ خدا تعالیٰ نے کہا کہ تمہاری قسم بھی جھوٹی نہ ہو اور عورت بھی بے خطا ہے تمہاری خدمت گزار ایسا کرو جھاڑو لو کہ جس میں سو تیلیاں ہوں وہ مارو قسم پوری ہو جائے گی اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کے صبر کی تعریف فرمائی ہے۔''

(حدیث التفاسیر قرآن مجید محشی، ص ۶۴۳، تحت سورۃ ص، آیۃ ۴۴ مطبوعہ مدرسہ غرباء اہل حدیث جامع مسجد اہلحدیث، صدر بازار دہلی)

اب چند دلائل قرآن وحدیث سے تین طلاقوں کے تین واقع ہونے پر قارئین کرام کی نظر کیے جاتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے: **فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح**

زوجاً غیره۔ (البقرہ آیت ۲۳۰)

ترجمہ: ''اور اگر شوہر نے تیسری طلاق دے دی تو بیوی اس کے لئے حلال نہیں جب تک وہ اس کے علاوہ شوہر سے نکاح نہ کرے''۔

خیال رہے کہ تین طلاقوں کو ایک قرار دینا درست نہیں کیوں کہ قرآن مجید میں ہے **الطلاق مرتٰنِ فامساک بمعروف او تسریح باحسان.** (البقرہ آیت ۲۲۹)

صریح لفظ طلاق کے ساتھ ایک یا دو طلاقیں دی جائیں تو یہ رجعی طلاق ہے۔ قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت میں اسی کو بیان کیا گیا ہے۔ ترجمہ ''دو بار طلاق دینے کے بعد یا تو دستور کے مطابق روک لینا ہے یا اس کو حسنِ سلوک کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔ صاحبِ تفسیر جلالین نے اس کو ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ **الطلاق ای التطلیق الذی یراجع بعده مرتٰن ای اثنتانِ فامساک ای فعلیکم امساکهن بعده بان تراجعوهن بمعروف من غیر ضرار او تسریح ارسال لهن باحسان.** (تفسیر جلالین صفحہ ۳۴)

طلاق یعنی جس طلاق کے بعد رجوع کیا جاسکتا ہے صرف دو مرتبہ ہے پھر اس کے بعد تم پر لازم ہے کہ ان کو روک لو بایں طور کہ ان سے معروف طریقے سے بغیر تکلیف دینے کے رجوع کرلو یا ان کو احسان کے ساتھ چھوڑ دو''۔ لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ طلاق رجعی صرف دو بار ہے تیسری طلاق کے بعد رجوع نہیں۔ رجعی طلاق کو بیان کرنے کے بعد قرآن مجید نے تیسری طلاق کو ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ''**فان طلقها فلاتحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره**'' (البقرہ آیت ۲۳۰)

ترجمہ ''اور اگر اس کو (تیسری) طلاق دے دی تو وہ (بیوی) اس کے لیے حلال نہیں جب تک وہ اس کے علاوہ کسی اور شوہر سے نکاح نہ کرے''۔ تفسیر جلالین میں اس کو بھی مزید وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ **فان طلقها الزوج بعد الثنتین فلا تحل له من**

بعد بعد الطلقة الثالثه حتی تنکح تتزوج زوجا غیره ویطأ ها کما فی الحدیث رواه الشیخان۔ (تفسیر جلالین صفحہ ۳۵ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

"اوراگر شوہر نے دو کے بعد تیسری طلاق دے دی تو بیوی اس تیسری طلاق کے بعد اس کے لیے حلال نہیں جب تک وہ اس کے علاوہ زوج سے نکاح صحیح اور وہ نکاح کے بعد مباشرت نہ کرے جیسا کہ صحیحین کی حدیث میں ہے۔" اس سے واضح معلوم ہوگیا کہ طلاق رجعی صرف دو بار ہے اگر شوہر نے دو طلاقوں کے بعد تیسری طلاق بھی دے دی یا تینوں طلاقیں اکٹھی دے دیں تو اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی۔

ائمہ اربعہ اور قدیم وجدید جمہور علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں، تین ہی ہوتی ہیں۔ چنانچہ یحیٰی بن شرف شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں کہ حضرت امام شافعی، امام مالک، امام احمد، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنھم اور قدیم وجدید جمہور علماء کے نزدیک بیک وقت دی گئی تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔

(شرح صحیح مسلم للنووی جلد اصفحہ ۴۷۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

(1) صحیح بخاری وصحیح مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے جس کو صحاح ستہ کے دیگر مؤلفین نے بھی روایت کیا ہے امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں کہ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ کو اکٹھی تین طلاقیں رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں دے دیں اور رسول اللہ ﷺ نے ان تین طلاقوں کو نافذ کردیا۔ جس کے الفاظ یہ ہیں۔ **فطلقها ثلاث تطليقات عند رسول الله ﷺ فانفذه رسول الله ﷺ.**

(سنن ابوداؤد جلد اصفحہ ۳۰۶ مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور)

(2) حدیث شریف ہے **اخبر رسول الله ﷺ عن رجل طلق امرأته ثلث تطليقات جميعاً فقام غضبانا ثم قال ايلعب بكتاب الله وانا بين اظهركم**

حتی قام رجل وقال یا رسول الله ﷺ الا اقتله؟

(سنن نسائی جلد ۲ صفحہ ۹۹ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دے دیں ہیں آپ ﷺ غصہ سے کھڑے ہوگئے اور فرمایا "میرے سامنے اللہ کی کتاب کو کھیل بنایا جارہا ہے؟ حتی کہ ایک شخص نے کھڑے ہوکر کہا: یارسول اللہ ﷺ! کیا میں اس کو قتل نہ کردوں؟" لہذا معلوم ہوا اگر بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کے نافذ ہونے کا عہد رسالت ﷺ میں معمول نہ ہوتا بلکہ تین طلاقوں سے ایک طلاق مراد لینے کا معمول ہوتا (جیسا کہ غیر مقلدین کہتے ہیں) تو رسول اللہ ﷺ اس قدر ناراض ہوکر ہرگز کھڑے نہ ہوتے بلکہ فرمادیتے کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقیں ایک طلاق ہوتی ہے۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہرگز ہرگز نہیں فرمایا بلکہ اس پر سخت غصے کا اظہار فرماتے ہوئے کھڑے ہوگئے اور اسے کتاب اللہ کے ساتھ کھیل سے تعبیر فرماکر واضح کردیا کہ بیک وقت ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں، تین ہی ہوتی ہیں ایک طلاق نہیں ہوتی۔

(3) متفق علیہ حدیث ہے بخاری شریف کے الفاظ یہ ہیں۔ **عن نافع كان ابن عمر رضى الله عنهما اذا سئل عمن طلق ثلاثا قال لو طلقت مرة او مرتين فان النبى ﷺ امرنى بهذا فان طلقها ثلاثا حرمت حتى تنكح زوجا غيره**

(بخاری شریف صفحہ ۷۹۲ حدیث نمبر ۲۴۱۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

ترجمہ: نافع سے مروی ہے "کہ حضرت (عبداللہ) ابن عمر رضی اللہ عنھما سے جب تین طلاقیں دینے والے کے بارے میں سوال کیا جاتا تو فرماتے کاش کہ تو ایک یا دو طلاقیں دیتا اس لیے کہ نبی ﷺ نے مجھے اس (یعنی ایک طلاق دینے کے بعد رجوع) کا حکم دیا پس

اگر اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دے تو وہ حرام ہوگئی یہاں تک کہ وہ اس کے علاوہ کسی اور شوہر سے نکاح کرے"۔

صحیح مسلم میں اس حدیث کو ان الفاظ سے ذکر کیا گیا ہے۔وان کنت طلقتھا ثلاثا فقد حرمت علیک حتی تنکح زوجا غیرک وعصیت اللہ فیما امرک من طلاق امرأتک. (صحیح مسلم جلد ا صفحہ ۴۷۶ حدیث نمبر ۳۵۴۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے (تین طلاقیں دینے والے شخص کو مخاطب کر کے) فرمایا "کہ اگر تو نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں ہیں تو بیوی تم پر حرام ہوگئی حتی کہ وہ تمہارے علاوہ کسی اور شوہر سے نکاح کرے اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں طلاق دینے کا جو طریقہ بتایا تھا تم نے اس طرح کر کے اس کی نافرمانی کی ہے"۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ فرمانا صرف اس لیے تھا کہ ایک یا دو رجعی طلاقوں کے بعد تو رجوع کر سکتے ہیں۔لیکن اگر کوئی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے تو تین کے بعد رجوع نہیں کیونکہ وہ اس پر حرام ہوگئی۔لہذا اگر تین طلاقیں ایک ہوتی تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس کی ضرور وضاحت فرماتے جبکہ آپ نے صراحت فرمادی کہ تین طلاقوں کے بعد بیوی اس پر حرام ہوگئی اب رجوع نہیں ہوسکتا۔

(4) حضرت امام ابوعبداللہ مؤلف ابن ماجہ نے طلاقِ ثلاثہ کے بارے باقاعدہ باب باندھ کر حدیث ذکر کی ہے۔فرماتے ہیں۔باب من طلق ثلاثا فی مجلس واحد اس کے تحت حدیث ذکر کی ہے۔عن عامر الشعبی قال قلت لفاطمة بنت قیس حدثنی عن طلاقک قالت طلقنی زوجی ثلاثا وھو خارج الی الیمن فاجاز ذلک رسول اللہ ﷺ (سنن ابن ماجہ صفحہ ۱۴۷ مطبوعہ کراچی)

حضرت عامر شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ بن قیس نے اپنی طلاق

کے بارے میں مجھے بتایا،"اس نے کہا کہ مجھے میرے شوہر نے تین طلاقیں اس وقت دیں تھیں جب وہ یمن کو روانہ ہو رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے ان (تین طلاقوں) کو نافذ کردیا"

آخر میں چند آثارِ صحابہ اور اقوالِ تابعین نقل کر رہا ہوں تاکہ اس حلال وحرام کے مسئلہ میں عوام الناس کے شکوک وشبہات دور ہوجائیں۔اور وہ غیر مقلدین کے فتوی پر اعتماد کر کے زندگی بھر زنا کے ارتکاب اور آخرت کے عذاب سے بچ سکیں لیکن اس کے باوجود جو بھی مسلمان ان کے غلط فتوی کے مطابق تین طلاقوں کے بعد بیوی سے ازدواجی تعلقات قائم رکھے وہ سن لے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان بطش ربک لشدید. (البروج آیت ۱۲)

ترجمہ: "بے شک آپ کے رب کی پکڑ بہت سخت ہے"۔

☆ حضرت سالم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی، وہ واقع ہوجائیں گی اور اس شخص نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔(المصنف عبدالرزاق جلد ۶ صفحہ ۳۹۵ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

(5) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی ایسا شخص لایا جاتا جس نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دی ہوں تو آپ رضی اللہ عنہ اس کو مارتے اور انکے درمیان جدائی کردیتے تھے۔

(المصنف امام عبداللہ بن محمد جلد ۵ صفحہ ۱۱ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

(6) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ۱۰۰ طلاقیں دے دی ہیں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تین طلاقوں نے اس کی بیوی کو اس پر حرام کردیا اور ۹۷ طلاقیں زائد ہیں۔(المصنف جلد ۵ صفحہ ۱۳-۱۴ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

(7) حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ۱۰۰ طلاقیں دے دیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تین

طلاقوں سے اس کی بیوی حرام ہوگئی اور باقی ۹۷ طلاقیں حد سے تجاوز ہیں۔

(المصنف جلد ۵ صفحہ ۱۲ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

(8) حضرت ابن عباس، حضرت ابو ہریرہ اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنھم تینوں یہ فتوی دیتے تھے کہ جس شخص نے مقاربت سے پہلے اپنی بیوی کو (اکٹھی) تین طلاقیں دے دیں تو اس کی بیوی اس کے لیے اس وقت تک حلال نہیں جب تک وہ دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرلے۔

(المصنف جلد ۵ صفحہ ۲۳ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآن مجید، احادیثِ صحیحہ کی صراحت، جلیل قدر فقہا کرام اور ائمہ اربعہ رضی اللہ عنھم کے فتاوی اور تصریحات سے یہ واضح ہوگیا کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں، تین ہی ہوتی ہیں، ایک نہیں ہوتی۔ جن کی اتباع میں رسول اللہ ﷺ سے لیکر آج تک جمہور امت عمل کرتی آرہی ہے۔ بعض لوگ ہٹ دھرمی سے کام لیتے ہوئے تین طلاقوں کو ایک قرار دے کر ثبوت میں حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ والی روایتیں لکھ دیتے ہیں جس سے عام مسلمان شکوک وشبہات میں مبتلاء ہو کر در بدر پھرتے ہیں اور بعض تو ان کے غلط فتوی پر اعتماد کر کے ساری زندگی حرام کاری کا ارتکاب کرتے ہیں جس کے گناہ میں نہ صرف فریقین بلکہ وہ بے علم مفتی بھی برابر کا شریک ہے جس نے اپنی رائے سے قرآن وحدیث کا غلط معنی بیان کر کے زوجین کو زنا کا آسان راستہ فراہم کیا۔ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "من قال فی القرآن برایہ فاصاب فقد اخطاء

(کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۱۶ حدیث نمبر ۲۹۵۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت)

ترجمہ: "جس نے قرآن کے معنی اپنی رائے سے بیان کیے اگر وہ ٹھیک کہے (تب

بھی) بلاشبہ اس نے غلطی کی" اس طرح آپ ﷺ نے فرمایا من افتی بغیر علم لعنتہ ملائکۃ السماء والارض۔ (کنز العمال) بے علم مفتی سے مسئلہ پوچھنے والے کے بارے حدیث ہے من افتی بغیر علم کان اثمہ علی من افتاہ.

(مشکوۃ شریف صفحہ ۳۶ حدیث نمبر ۲۲۴)

ترجمہ: "جو بے علم فتوی دے اس کا گناہ پوچھنے والے پر ہے۔"

اس حدیث کے بارے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں "کہ بے علم کے فتوی دینے سے پوچھنے والا بھی اس لیے گناہ گار ہوگا کہ وہی اس کے فتوی دینے کا سبب بنا۔"

(اشعۃ اللمعات، ج:۱،ص:۱۸۰ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ)

لہٰذا سائل پر لازم ہے کہ ہرگز ایسے لوگوں سے فتوی نہ پوچھے جن کے بارے حدیث نبوی ﷺ ہے صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "آخری زمانہ میں ایک گروہ فریب دینے اور جھوٹ بولنے والوں کا ہوگا وہ تمھارے سامنے ایسی باتیں لائیں گے جن کو نہ تم نے اور نہ تمہارے باپ دادا نے کبھی سنا ہوگا۔ تو ایسے لوگوں سے دور بھاگو اور انہیں اپنے سے رکھو کہیں گمراہی اور فتنہ میں نہ ڈال دیں"۔

(صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی، مشکوۃ شریف صفحہ ۲۹ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں آخر زمانہ میں ایک ایسی جماعت پیدا ہوگی جو فریب اور مکاری سے علماء ومشائخ اور صلحا بن کر اپنے کو مسلمانوں کا خیر خواہ اور مصلح ظاہر کرے گی تاکہ وہ اپنی جھوٹی باتیں پھیلائے اور لوگوں کو اپنے باطل عقیدوں اور فاسد خیالوں کی طرف راغب کرے۔"

(اشعۃ اللمعات جلد:۱، صفحہ ۱۴۳ کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ فصل اول مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ)

اس لیے اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ" عوام پر یہ لازم ہے کہ علمائے معتمدین مفتیانِ مستندین کے فتوی پر عمل کریں نہ یہ کہ ہر کس و ناکس سے پوچھ کر۔"

(فتاوی رضویہ جلد ۲۵ صفحہ ۲۴۴ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

قرآن مجید نے"الطلاق مرتٰن" فرمایا ہے یعنی طلاق رجعی دو بار ہے۔ جس کا مقصود یہ ہے کہ ایک یا دو رجعی طلاقیں دینے کے بعد عدت کے اندر بغیر نکاح کے اور عدت کے بعد تجدید نکاح کے ساتھ شوہر کو رجوع کرنے کا حق حاصل ہے ان دو رجعی طلاقوں کے بعد فان طلقها فلا تحل له۔ (البقرہ ۲۳۰)

اگر شوہر نے تیسری طلاق دے دی (خواہ اسی مجلس میں یا کسی اور مجلس میں یا ابتداء میں ہی تین اکٹھی طلاقیں دے دیں تو اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی" الغرض جس شخص نے بھی اپنی (مدخول بہا) بیوی کو تین طلاقیں خواہ علیحدہ علیحدہ الفاظ (میں نے تجھے طلاق دی، میں نے تجھے طلاق دی، میں نے تجھے طلاق دی) یا ایک ہی لفظ (میں نے تجھے تین طلاقیں دیں) سے طلاق دی تو بیوی اس پر حرام ہوگئی۔ اسی طرح جس شخص نے اپنی غیر مدخول بہا بیوی کو ایک ہی لفظ (میں نے تجھے تین طلاقیں دیں) سے تین طلاقیں دے دیں تو اس کی بیوی بھی حرام ہوگئی یہ طلاق ثلاثہ خواہ کسی کے کہنے پر، مذاق میں، سنجیدگی میں ایک مجلس میں یا علیحدہ علیحدہ مجلس میں دی گئی ہو واقع ہوگئی رجوع کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔ لہذا کسی بھی فرد (خواہ وہ یونین کونسل کا ناظم، ممبر، بے علم مفتی، بے علم پیر یا کوئی بھی پنچائتی شخص ہو) کو قرآن وحدیث کی روشنی میں شرعاً یہ اجازت نہیں کہ وہ اللہ کی حرام کردہ فلا تحل له (مطلقہ ثلاثہ بیوی) کو حلال کر کے صلح کرانے کی

کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ ایسے بے علم، بد مذہب، فتنہ انگیز حضرات کے شر سے تمام مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ آمین بجاہ النبی الکریم

اللہ و رسولہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح

کتبہ:

ابو محمد (مفتی) محمد ہاشم غفرلہ
۱۳ جمادی الاولی ۱۴۳۶ھ
بمطابق ۵ مارچ ۲۰۱۵ء

(مفتی) ضمیر احمد مرتضائی غفرلہ الباری
۱۳ جمادی الاولی ۱۴۳۶ھ
بمطابق ۵ مارچ ۲۰۱۵ء

مصادر و مراجع

- احکام القرآن، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور
- تفسیر روح المعانی دار احیاء التراث العربی بیروت
- تفسیر مظہری، بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ
- بخاری شریف، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
- بخاری شریف، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
- صحیح مسلم، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
- ترمذی شریف، مطبوعہ فاروقی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان
- جامع الترمذی، دار الکتب العلمیہ بیروت
- سنن ابو داؤد، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی
- سنن ابی داؤد، دار ابن حزم بیروت
- السنن الکبریٰ للنسائی، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
- مصنف ابن ابی شیبہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت
- السنن الکبریٰ للبیہقی، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
- سنن کبریٰ، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان
- سنن دار قطنی، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

- مسند احمد بن حنبل، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت
- جامع المسانید والسنن، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
- سنن الدارمی، دار الکتب العلمیہ بیروت
- معالم السنن شرح ابی داؤد، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
- اکمال المعلم، دار الوفاء بیروت
- موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان، دار الکتب العلمیہ بیروت
- المحلی لابن حزم، الاردن السعودیہ
- المفہم، دار ابن کثیر بیروت
- شرح البخاری لابن بطال، مکتبہ الرشید الریاض
- شرح مسلم للنووی، دار الکتب العلمیہ بیروت
- فتح الباری، دار الکتب العلمیہ بیروت
- عمدۃ القاری شرح بخاری، دار الفکر بیروت
- ارشاد الباری شرح صحیح بخاری، دار الفکر بیروت
- بلوغ المرام، مطبوعہ ادارۃ احیاء السنۃ اُردو بازار لاہور
- مواہب الجلیل من أدلۃ الخلیل المکتبہ العلمیہ بیروت
- تحقیق عبد القادر عطاء علی السنن الکبریٰ، دار الکتب العلمیہ بیروت
- الجوہر النقی علی ھامش السنن الکبریٰ للبیہقی نشر السنۃ ملتان
- تہذیب التھذیب، دار الفکر بیروت
- شرح شرح النخبۃ، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

- شرح نخبۃ الفکر، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
- تدریب الراوی شرح تقریب النووی، مطبوعہ دار العاصمۃ
- مقدمہ ابن الصلاح فی علم الحدیث، مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت لبنان
- مرقات، مکتبہ امدادیہ ملتان
- تیسیر الباری نعمانی کتب خانہ لاہور
- فتح القدیر شرح الہدایۃ دار الحیاء التراث العربی بیروت
- الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید، دار القلم دمشق
- نیل الاوطار دار الکتب العربی بیروت
- مختصر اختلاف العلماء دار البشائر الاسلامیہ بیروت
- النبراس شرح العقائد، نعمانی کتب خانہ کابل افغانستان
- جاء الحق، نعیمی کتب خانہ گجرات
- فتاویٰ اللجنۃ الدائمۃ، دار المؤید الریاض
- مجموعہ فتاوی ومقالات متنوعہ لابن باز المملکۃ العربیہ السعودیہ
- موسوعہ الاحکام والفتاوی الشرعیہ دار الغد الجدید القاہرہ
- فتاوی ثنائیہ، اسلامی پبلشنگ ہاؤس شیش محل روڈ لاہور
- فتاوی ثنائیہ، ادارہ ترجمان السنہ، لیک روڈ لاہور
- حدیث التفاسیر مطبوعہ مدرسہ غرباء اہل حدیث صدر بازار دہلی
- الفروع من الکافی، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ ایران